ماهنامه
آنکھ مچولی
اس شمارے
کے ساتھ ایک
خوبصورت ویو کارڈ
مفت
IMRAN RAJA

The winning name in biscuits
now wins world-wide acclaim
IX
INTERNATIONAL
FOOD AWARD
SPAIN 1986
Honey biscuits
Chocolate cream biscuits
Orange cream biscuits
Marie biscuits
Saltesh biscuits
Nice biscuits
Bourbon biscuits
Milk Short Cake biscuits

ماہنامہ

آنکھ مچولی

کراچی

جلد نمبر۱ شمارہ نمبر۵

نومبر ۱۹۸۶ء صفر، ربیع الاوّل ۱۴۰۷ ھجری

سرپرست
ڈاکٹر ابواللیث صدّیقی

مُدیرِ اعلیٰ
ظفر محمود شیخ

مُدیرِ مسئول
تجمّل حسین چشتی

مُدیرانِ اعزازی
امجد اسلام امجد
محمد سلیم مُغل

قانونی مُشیر (اعزازی)
خواجہ عدیل احمد (ایڈوکیٹ)

ناظم اشتہارات و سرکولیشن
طارق ظفر برنی

کیلی گرافی
رئیس الحسن

قیمت: ۵ رُوپے

زرِ سالانہ: مع خصوصی شمارے
عام ڈاک سے: ۴۰ رُوپے
بذریعہ رجسٹری
۷۰ رُوپے

ماہنامہ آنکھ مچولی کراچی میں شائع ہونے والی کہانیاں اوران کے کردار اور واقعات فرضی ہیں کسی اتفاقیہ مماثلت کی صورت میں ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا

ناشر: ظفر محمود شیخ طابع: زاہد علی مطبع: لاریب پرنٹنگ پریس ایم اے جناح روڈ کراچی مقامِ اشاعت: ۱۱۲-ڈی-سائیٹ کراچی ۱۶

گرین گائیڈ اکیڈمی - زیرِ سرپرستی (ضمیر الدین میموریل آرگنائزیشن) ۱۱۲-ڈی - نورس روڈ - سائٹ - کراچی ۱۶

حسنِ ترتیب

۵ بات چیت ——— اداریہ

۶ اچھی بات ——— حکایت سعدی

۷ نعت ——— ظہیر احمد تاج

۹ ڈاک ڈاک کس کی ڈاک؟ ———

۱۴ آدم خور مچھلی — قرآنی کہانی راہ نما سے

۱۶ عقیدت کے پھول ——— انور سعد

۲۱ انسان دوستی ——— فضل حق قریشی دہلوی

۲۵ سچ کا انعام ——— سید شبیر احمد

۳۱ کیوں آخر؟ ——— رعنا سید

۳۴ لذیدار لطیفے ——— (لطائف)

۳۹ ناقابل تسخیر جہانگیر خان ——— علی نوری

۴۵ پھول شہزادی ——— سائرہ انور

۵۲ ناموں کا سفر ——— پروفیسر لطیف اے نعان

۵۷ دوستی کا گُر ——— ذیشان بن صفدر

۶۵ سکّے جمع کرنا ——— عقیل عباس جعفری

۷۱ بچت کا انعام ——— نازیہ رمضان

۷۶ میں گندی بچّی نہیں بنوں گی احمد حاطب صدیقی

۸۳ مسٹر گول انڈا ——— ابو ظفر زین ———

۹۱ چھاپہ۔ (روپ بہروپ بدلتا ہے) عظیم سرور

۱۰۱ مسئلے کا حل ——— سید عبدالودود شاہ

۱۰۴ ہماری غذا ———

۱۰۹ آیئے مقرّر بنیں ——— محمد سلیم مغل

۱۱۶ دائرہ معلومات ——— اُم رباب جعفری

۱۲۷ اسلامی مقابلہ معلومات کے جوابات ——— (ادارہ)

۱۳۱ ننّھے ہاتھ نئی تحریریں ——— بچوں کا سیکشن

۱۳۶ آؤ ملائیں ہاتھ ——— (قلمی دوستی)

۱۴۰ ایک صفحہ امی ابو کے لئے ———

غیر ممالک کے لئے سالانہ شرح خریداری

۱۵۰ روپے/ ۹ امریکی ڈالرز متحدہ عرب امارات، عمان، بحرین، قطر، دبئی، ایران، عراق، سعودی عرب، کویت، شام، ترکی، انڈونیشیا، بھارت، برما، سنگاپور، فلپائن،

۲۰۰ روپے/ ۱۲ امریکی ڈالرز بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، چین، جاپان، یونان، یوگوسلاویہ، زیمبیا، الجیریا، نائجیریا، آسٹریا، اٹلی، کوریا، برطانیہ، مغربی جرمنی، ڈنمارک، ناروے، فرانس، بیلجیم، اسپین، سویڈن، ہالینڈ، جنوبی افریقہ، تنزانیہ، کینیا، تیونس، سوڈان، مصر، یوگنڈا، گنی،

۳۰۰ روپے/ ۱۸ امریکی ڈالرز آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، امریکہ، کینیڈا، ارجنٹائن، جمیکا، میکسیکو، پاناما،

بات چیت

اچھے دوستو!

آپ کا آنکھ مچولی خیر سے ۵ ماہ کا ہوگیا ...

آپ ہی کہیئے ..... اس مختصر سے عرصے میں کیسا رنگ وروپ نکالا اس نے؟ اب تو اس کی "غوں غاں" اور دل لبھانے والی "کلکاریاں" آپ کو بھی اچھی لگتی ہوں گی — آنکھ مچولی کے لبوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ اور چہرے پر ابھرنے والے رنگ بتاتے ہیں کہ یہ آپ سے بہت مانوس ہوگیا ہے، ..... اور خاصی دوستی ہوگئی ہے اس کی آپ سے۔ اللہ نے چاہا تو یہ دوستی اب مزید مستحکم ہوتی جائے گی، ......

۵ ماہ قبل ۱۱۲ صفحات پر شائع ہونے والا ماہنامہ اب ۱۴۰ صفحات پر شائع ہو رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ رنگین صفحات کے اضافے نے تو اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے ہیں، اور پھر آئے دنوں نئے نئے سلسلے اور نت نئی کہانیوں نے اسے آپ کا پسندیدہ ماہنامہ بنا دیا ہے۔ ان سب خوبیوں کے باوجود قیمت وہی - .. ہے نا کمال کی بات ؟ ... اکتوبر کا کرکٹ اسپیشل آپ کو ہماری توقع سے بڑھ کر پسند آیا، ہم آپ کے ممنون ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ایسے سلسلے وقتاً فوقتاً شروع ہوتے رہا کریں گے۔ آپ بھی ہماری راہنمائی کریں کہ آنکھ مچولی اسپیشل کے لئے مزید کون کون سے موضوعات ہو سکتے ہیں؟ ... "اسپیشل" کے ذکر پر یاد آیا کہ آپ کو ایک خوشخبری سنا دی جائے ... تو سنیئے ... خوشخبری یہ ہے کہ اللہ نے چاہا تو جنوری ۸۷ء کا شمارہ خاص نمبر ہوگا ... تقریباً پونے تین سو صفحات پر مشتمل اس حسین ترین ماہنامے کے ساتھ ہم آپ کو اتنا اچھا تحفہ دیں گے کہ آپ دیکھتے ہی رہ جائیں، ... وہ تحفہ کیا ہوگا؟ اگر ہم نے ابھی سے بتا دیا تو سارا تجسس جاتا رہے گا۔

اب آپ جلدی سے خاص نمبر کے لئے اچھی اچھی تحریریں، اپنے مشورے اور تجاویز ہمیں بھجوایئے، .... ہم بے چینی سے منتظر رہیں گے ...

آپ کا دوست

ظفر محمود شیخ

اچھّی بات

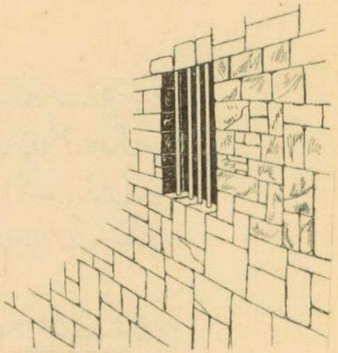

خراسان میں دو درویش اکٹھے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک صابر و شاکر اور کم خور تھا۔ بھوک سے کم کھاتا اور زیادہ وقت عبادت میں گزارتا۔ دوسرے کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ خوب کھاتا اور خوب آرام کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک کمزور و لاغر اور دوسرا خوب موٹا تازہ ہو گیا۔

ایک روز دونوں درویش کسی شہر گئے تو وہاں کی پولیس نے انہیں جاسوسی کے شبہے میں گرفتار کر لیا۔ دونوں کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ حاکم نے سرسری طور پر مقدمہ سننے کے بعد دونوں کو مجرم قرار دیتے ہوئے جیل بھیج دیا۔ اور حکم دیا کہ ایک کوٹھری میں دونوں کو بند کر کے دروازہ اینٹوں سے چن دیا جائے۔ سو ایسا کر دیا گیا۔ کئی دنوں کے بعد حاکم کو ان کے حالات پر دوبارہ غور کرنے کا خیال آیا۔ جب تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ دونوں بے گناہ ہیں۔ چنانچہ انہیں آزاد کر دینے کا حکم جاری ہوا۔ کال کوٹھری کا دروازہ کھولا گیا تو پتلا دبلا کمزور درویش زندہ تھا لیکن موٹا تازہ درویش دنیا سے کوچ کر چکا تھا۔

قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور مقدّس نام آپ کے مطالعے اور معلومات کے لئے شائع کئے جاتے ہیں۔ ان کا احترام اور انہیں بے حرمتی سے بچانا آپ کا دینی فرض ہے۔۔ اگر کوئی ایسا کاغذ کہیں گرا ہوا نظر آجائے جس پر آیات، احادیث یا متبرک نام لکھے ہوتے ہوں تو آپ انہیں کسی محفوظ مقام پر رکھ دیں یا پاک صاف پانی میں بہا دیں۔

نعت

ظہیر احمد تاج

نہ پوچھو کہ کیا ہیں ہمارے محمدؐ
شہہ انبیاء ہیں ہمارے محمدؐ

دو عالم میں جن سے اجالا ہوا
وہ نور خدا ہیں ہمارے محمدؐ

خدا کی خدائی میں ہیں سب سے افضل
زہے مصطفٰے ہیں ہمارے محمدؐ

خدا جن کو بھیجے درودوں کے تحفے
وہ عالی ثنا ہیں ہمارے محمدؐ

جہاں بھر کی محبوب ہے ذات انکی
حبیبِ خدا ہیں ہمارے محمدؐ

لقب جن کا ہے دونوں عالم کی رحمت
وہی رہنما ہیں ہمارے محمدؐ

دلوں میں ہے اے تاجؔ جن کی محبّت
وہ صلِّ علی ہیں ہمارے محمدؐ

Breathtaking quality
Cool comfort for years and years to come. Trouble-free performance. Reliable machine. Covered by warranty
ROYAL FANS
Rafiq Engineering Industries (Private) Ltd.
Rafiqabad G.T. Road P.O. Box: 9 Gujrat
Phones: 3011-3004-3787-4301

ORIENT

ڈاک ڈاک کس کی ڈاک

پیارے بھائی جان ——— آداب !

اکتوبر کا "آنکھ مچولی" پڑھا بہت پسند آیا، سرورق اتنا خوبصورت تھا کہ اسٹال پر رکھے ہوئے تمام رسالوں میں دور ہی سے منفرد اور دلکش نظر آ رہا تھا۔ میری طرف سے ادارے کے تمام افراد کو مبارکباد — بھیّا کیا آپ "آؤ ملائیں ہاتھ" میں کالج کے لڑکوں کا تعارف شائع نہیں کر سکتے۔

(ارشد حسین سحر ——— سرائے پیرو جوڑا، لاہور)

بھیّا ارشد

ہمیں ازحد خوشی ہوئی کہ آنکھ مچولی آپ کو پسند آیا، خاص طور پر سرورق، ہماری کوشش ہے کہ ہم رسالے کو بھی اور سرورق کو بھی اور خوبصورت بنائیں، یہ جب ہی ممکن ہے کہ آپ کی دعائیں بھی ہمارے ساتھ ہوں اور قلمی تعاون بھی، آپ کی مبارکباد ادارے کے تمام افراد نے وصول کر لی ہے۔ "آؤ ملائیں ہاتھ" میں ہم صرف بچوّں کا تعارف ہی شائع کرتے ہیں، اس لئے کہ "آنکھ مچولی" بچوّں کا رسالہ ہے، اور بچّے ہی اسے پڑھتے ہیں، لگتا ہے آپ بھی کالج میں پڑھتے ہیں ———!! ویسے ایک بات بتائیں یہ "سرائے پیرجوڑا" واقعی لاہور میں کسی جگہ کا نام ہے ؟؟

محترم بھائی جان ——— آداب عرض

رسالہ بہت پسند آیا، خاص طور پر ہمت کا پیکر، عبدالکریم" پڑھ کر محسوس ہوا کہ دنیا باہمّت لوگوں سے بھری ہوئی ہے، اور معذور لوگ بھی اپنی محنت اور ہمّت سے ہزاروں تندرست لوگوں پر اپنی برتری منوا سکتے ہیں، پہلے رسالے میں جو ۲۸ سوالات تھے۔ وہ میں نے سارے حل کر لئے تھے، مگر کہیں رکھ کر بھول گئی، اب دوسرے ماہ کے رسالے میں جوابات ملائے تو سارے ٹھیک تھے۔ میری ایک تجویز ہے کہ دائرہ معلومات کے آخری جواب کا آخری حرف بھی لکھ دیا کریں،

(فرحانہ عبدالمتین ——— دہلی کالونی کراچی)

ننھی بہن فرحانہ ـــــــ وعلیکم آداب

آنکھ مچولی کی پسندیدگی کا شکریہ، "عبدالکریم" کا تعارف پڑھ کر آپ کا احساس بجا ہے، صرف معذور لوگ ہی نہیں۔ بلکہ ہم سب ہمت وجرات، محنت اور لگن سے کام کریں تو ساری دنیا پر اپنی برتری منوا سکتے ہیں ـــ آپ سوالات کے جوابات ہمیں ارسال کرنا بھول گیئں، ورنہ شاید انعام کا قرعہ آپ ہی کے نام نکلتا۔ دیکھ لیجئے "بھول" کا انجام، آپ کی دائرہ معلومات سے متعلق تجویز اچھی اور قابل عمل ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ آئندہ یہ تجویز بھیجیں کہ اب آخری سوال کا جواب بھی بتا دیا جائے تو ....

جناب مدیر آنکھ مچولی، ـــــــ السلام علیکم

آنکھ مچولی جیسا، بہترین، معلوماتی اور سبق آموز رسالہ پہلے کبھی نہ پڑھا تھا، یقین کریں پسندیدگی کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں مل رہے، مہربانی فرماکر آپ مجھے عقیل عباس جعفری صاحب کا ذاتی پتہ دے دیں، تو بڑا مشکور رہوں گا، اللہ تعالیٰ رسالے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے،

(اظفر ضیاء ـــــــ پرانی سول لائن، ساھیوال)

ننھے دوست، اظفر

ہماری دعا ہے کہ آپ پر بھی سلامتی ہو

لیجئے ـــ ہم نے یقین کرلیا کہ پسندیدگی کے اظہار کے لئے الفاظ آپ کو نہ مل سکے ـــ لیکن جیسے ہی الفاظ ملیں، اظہار کر دیجئے گا، دل میں بات رکھنا اچھا نہیں ہوتا، آپ کی دعا کے جواب میں ہم "آمین" کہتے ہیں۔ ـــ اور ہاں عقیل عباس جعفری صاحب کو آپ آنکھ مچولی کی معرفت خط لکھ سکتے ہیں،

جناب مدیر صاحب

اکتوبر کا آنکھ مچولی جلوہ افروز ہوا تو پڑھا، ایمان کی روشنی سے جگمگاتی کہانی "بہادر نوجوان" بہت پسند آئی، "دم کی کہانی" بھی اچھی تھی، "لالو کے پڑ گئے لالے" کے مصنف اخلاق صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ غرض یہ رسالہ ہر ایک کو بہت ہی اچھا لگتا ہے، اور ہم بے چینی سے اس کا انتظار کرتے ہیں، میں ایک کہانی اور لطیفے بھیج رہا ہوں، اگر قابل اشاعت ہوں تو دیر مت کریں،

(سہیل احمد جنجوعہ، کھیوڑہ جہلم)

اچھے دوست ـــ سہیل

آپ کا تعریف سے بھرا میٹھا میٹھا خط پڑھا، حالانکہ آپ نمک کی کانوں کے پاس رہتے ہیں، آپ کی مبارک باد اخلاق احمد صاحب تک پہنچائی جا رہی ہے، رسالے کی پسندیدگی پر ادارہ "آنکھ مچولی" تہہ

ماهنامه کراچی
آنکھ مچولی

POST CARD

Monthly

AANKH MICHOLI

Karachi

ماہنامہ آنکھ مچولی کراچی

گرین گائیڈ اکیڈمی [illegible] سائٹ کراچی ۱۶

GREEN GUIDE ACADEMY D/112, S.I.T.E. Karachi-16

دل سے آپ کا مشکور ہے۔ آپ رسالے کا انتظار بے چینی سے کرتے ہیں ـــــ اور ہم آپ کی نگارشات کا انتظار بے چینی سے کرتے ہیں،

ایڈیٹر صاحب، ـــــ السلام علیکم

اکتوبر کا خوبصورت "کرکٹ اسپیشل" پڑھا، تمام کہانیاں اچھی تھیں، مہربانی فرماکر یہ بتائیں کہ مُدیر اعزازی امجد اسلام امجد کیا وہی ہیں جنہوں نے ڈرامے "وارث" اور "سمندر" وغیرہ لکھے ہیں، یا کوئی اور ہیں، ایک بات اور وہ یہ کہ کئی ننھے ادیبوں کی تحریروں پر آپ، مصنف کا نام لکھنا بھول گئے ؟

(محمد نوید مرزا، ـــــ تیزاب احاطہ، لاہور)

نوید بھائی !

وعلیکم السلام ـــــ کرکٹ اسپیشل کی پسندیدگی کا شکریہ، محترم امجد اسلام امجد صاحب وہی ہیں، وارث اور سمندر والے، اور حسن اتفاق ہے کہ آپ ہی کے شہر لاہور میں رہتے ہیں آپ نے ننھے ادیبوں کی تحروں پر اُن کا نام شائع نہ ہونے پر توجہ دلائی ہے، اچھے بھائی ـــــ اکتوبر کے شمارے کی دونوں تحریریں جن کی طرف آپ کا اشارہ ہے ہمیں ناموں کے بغیر موصول ہوئیں، ـــــ امید ہے ننھے ادیب آئندہ اس بات کا خیال رکھیں گے۔

بخدمت جناب مدیر صاحب،

میں نے ستمبر کے ماہ میں آپ کو تصویر ارسال کی تھی۔ مگر آپ نے شائع نہیں کی، کیا بات ہے۔ ہم بہت دور رہتے ہیں اس لئے!

(محمد اسحٰق بٹ، ـــــ ہری پور)

اچھے بھیّا ـــــ اسحٰق

آپ نے صرف تصویر روانہ کردی، اپنا تعارف تو بھیجا نہیں اب بھلا بتایئے، اسے ہم کس طرح شائع کرتے، اور ہاں ـــــ آپ اتنے دور رہتے ہوئے بھی ہمارے قریب ہیں، اس وقت بھی ایسا لگ رہا ہے جیسے آپ سامنے ہی بیٹھے ہوں !!

پیارے بھائی جان

رسالہ بہت پسند آیا، اس شمارے کی سب سے بہتر کہانی "لاپرواہی کی سزا" تھی یہ پڑھ کر مجھے سبق مل گیا، کیونکہ سوئی گیس جلاتے وقت میں بھی لاپرواہی سے کام لیتی تھی، آپ، ہمیں اس رسالے کے ذریعے بہت ہی اچھی اچھی باتیں بتاتے ہیں اس لئے میں آنکھ مچولی ہمیشہ پڑھتی رہوں گی، خدا اس رسالے

کو مزید ترقی دے، میں کتاب "راہنما" منگوانا چاہتی ہوں، بتایئے کتنے روپے لفافے میں رکھ کر بھیجوں۔

(شہنیلا عبدالغفار ——— حیدرآباد)

اچھی بہن شہنیلا

رسالے کی پسندیدگی کا شکریہ، "لاپرواہی کی سزا" سے جو سبق آپ نے حاصل کیا اس کے نتیجے میں آئندہ احتیاط سے کام لیں تاکہ آپ بھی محفوظ رہیں اور گھر کو بھی نقصان نہ پہنچے، آنکھ مچولی آپ نے ہمیشہ پڑھتے رہنے کا عزم کیا ہے۔ ہمیں اس پر بہت خوشی ہوئی —— آپ راہنما کے لئے لفافے میں رکھ کر پیسے نہ بھیجیں، بلکہ دس روپے کا منی آرڈر روانہ کریں۔

جناب عالی

ہمارے گھر کے قریب بک اسٹال پر رسالہ بہت جلد فروخت ہوگیا، آپ تربت کے مقام پر زیادہ روانہ کیا کریں، مجھے اس مرتب کا رسالہ نہ پاکر بہت دکھ ہوا۔

(نذیر شاہین بلوچ ——— تربت بلوچستان)

شاہین بھائی!

اس مرتبہ کا رسالہ آپ نہیں حاصل کر سکے، ہم آپ کے افسوس میں برابر کے شریک ہیں لیجئے خوش ہوجایئے ہم آپ کو رسالہ بھیج رہے ہیں، آئندہ آپ مہینے کے شروع ہی میں رسالہ حاصل کرلیا کریں ٹھیک ہے ناں —

جناب مدیر محترم —— مزاج بخیر

ستمبر کے شمارے میں کہانیاں اچھی تھیں، لطائف میں سے اکثر لطیفے پرانے تھے، کمپیوٹر کی کہانی، فنِ تقریر اور شیخ سعدیؒ کی حکایت لاجواب تھیں، محرم کا مہینہ حضرت حسینؓ کے علاوہ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کی یاد بھی دلاتا ہے، شاید اس طرف آپ نے نہیں سوچا،

(ارشاد فرید، ——— ناردتھ ناظم آباد، کراچی)

ننھے دوست ارشاد

لذیذار لطیفے آپ کو پرانے لگے، — پھر آپ نے نئے لطیفے تو بھیجے نہیں، دیکھئے ناں — تبصرہ اور مشوروں کے ساتھ کچھ ہماری مدد بھی تو کیجئے، بلکہ لطیفے ہی نہیں آپ ہمیں اچھی اچھی تحریریں بھی روانہ کریں، حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت سے متعلق مضمون شائع نہ ہونے پر آپ نے صحیح توجہ دلائی ہے، اس غلطی کی تلافی ہم آئندہ کسی موقع پر ضرور کریں گے، ہم آپ کے مشوروں کی قدر کرتے ہیں، آئندہ بھی نوازتے رہیں۔

بہت سے ساتھیوں نے ہمیں خط لکھ کر آنکھ مچولی کی پسندیدگی کا اظہار کیا، بہت سی تجاویز اور مشورے بھجوائے، صفحات کی کمی کے باعث ہم ان کے مکمل خط تو شائع نہیں کر رہے، البتہ شکریہ کے ساتھ ان کے نام شائع کر رہے ہیں، ہمیں امید ہے یہ آئندہ بھی ہمیں اسی طرح یاد رکھیں گے

- محمد ابراہیم مصور، روہڑی، سندھ
- فرخ عدنان حفیظ، پنڈدادن خان
- عتیق الرحمٰن، اورنگی ٹاؤن، کراچی
- محمد ظہیر خان، سول ہسپتال، سکھر
- نام نہیں لکھا، بفرزون، نارتھ ناظم آباد کراچی
- ، گمہار کالونی نمبر ۲، پشاور
- یاسر فاروق، راولپنڈی شہر
- دلشاد احمد قریشی، اورنگی ٹاؤن، کراچی
- ذوالقرنین حسین موسوی، کراچی
- محمد خرم، جگہ کا نام نہیں لکھا۔
- شبیر حسین ہاشمی، شاہی بازار، عمر کوٹ
- محمد اسلم بدر، نیو پنڈ، سکھر
- حنیف محمد، گاڑہی پل، خیرپور میرس
- نعمان احمد، لطیف آباد، حیدر آباد
- محمد ریحان، ملیر توسیعی کالونی، کراچی
- مجید احمد، اینگلو اردو اسکول، بلدیہ کراچی
- محمد شفیق بابر، بلاک نمبر ۳، بھلوال
- محمد فیصل حسین، ٹنڈوالہ یار
- شہزاد اقبال، کوہاٹ روڈ، پشاور
- جشان تصدق، فیصل آباد شہر
- امینہ یونس، ناظم آباد نمبر ۲، کراچی
- امانت شاہین۔ نارووال پنجاب
- محمد الیاس جالندھری، چنیوٹ
- اسماء صدیق، جوہر آباد ضلع خوشاب
- ہمایوں بشیر، چھاچھی محلہ راولپنڈی
- ندیم اصغر، عثمان آباد، کراچی
- سلطان بشیر، جی/۶ فور اسلام آباد
- صائمہ ظفر صدیقی، حیدر آباد
- محمد تنویر شعیب، نیو کراچی
- ناگمان خان ہمدم، تربت
- شکیب مہدی رضوی، کراچی
- افتخار الحسن، بھالیہ ضلع گجرات

- عبادعلی سحر، چوہنگ، لاہور
- شیخ ضیاء الرحمٰن، قصور
- نوید الحق انصاری، نارتھ ناظم آباد، کراچی
- محمد پرویز آرائیں، کوٹ عبدالمالک، لاہور
- محمد شفیق انجم، لانڈھی، کراچی
- طاہر علی، حیدر آباد
- محمد نسیم اختر، ہرتاپ نگر، فیصل آباد
- فضل احمد گڈو، ربوہ
- محمد سعید آفتاب، لانڈھی، کراچی
- محمد سلیم، دھابے جی، ٹھٹھہ،
- غضنفر محمود بھٹی، کریم پورہ، لالہ موسیٰ
- پرنس شاہد اُداس، شاہی ہاؤس لاہور
- میر اظہر شفیع، ریلوے کالونی، پشاور
- ایم وائی صنم، ایڈونا گلاس فیکٹری اوکاڑہ
- اظہر جاوید سیال، ہالانی شہر
- آصف رشید، مینا بازار، اٹک شہر
- ایم، عارف رضا، محلہ انصاریاں، گکھڑ منڈی
- اظہار احمد اسرار۔ ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸
- سلیم اقبال، محلہ ہواپورہ، تلہ گنگ
- منصور احمد، محمود آباد، کراچی۔
- محمد پرویز صادق، ٹھیاں بالا، مظفر آباد
- عائشہ آفتاب، گوالمنڈی، لاہور
- عبدالباری، میکانگی روڈ، کوئٹہ
- عمران ندیم، مقام کا نام نہیں لکھا
- محمود احمد، سانده کلاں، لاہور
- چاند سلطانہ عروج، سعود آباد، کراچی
- محمد رفیق فرید، لانڈھی، کراچی
- راشد شاہین، لیاقت آباد، کراچی
- سید شبیر عامر، کراچی
- ہمایوں جونیجو، ٹنڈو آدم، سندھ
- نورین فاطمہ، کراچی
- اشتیاق علی، فقیر آباد، پشاور

- علیم الدین، مقام کا نام نہیں لکھا
- نبیلہ یاسمین، ، ،
- افروز ناز، لانڈھی، کراچی
- عبداللہ آزاد، مقام کا نام نہیں لکھا
- طاہرہ علی سحر، ملیر ہالٹ، کراچی
- سعدیہ ریاض، ڈیفنس سوسائٹی، کراچی
- عدنان، بدرٹہ لائن، کراچی۔
- سبط شبر زیدی، بطحیٰ ٹاؤن، کراچی
- شفقت علی شفقت، کامونکی
- عبدالقدوس صابر، ضلع اوکاڑہ
- عبدالستار آرائیں، کنری ضلع تھرپارکر
- بشریٰ احمد ٹنک چاڑی، حیدر آباد
- عابدہ ناصر، منگووال، گجرات
- عمران غیور، کراچی
- آصف محمود قریشی، کوٹ لکھپت، لاہور
- زاہد محمود، پیر محل، ٹوبہ ٹیک سنگھ
- محمد ثناء اللہ شاہ، ، ،
- محمد رؤف آرائیں، کوٹ غلام محمد تھرپارکر
- فواد حیدر، گلبرگ، پشاور صدر
- فیصل خان، دریائے کابل، سرحد
- ندیم احمد انصاری، عمر کوٹ، میرپور خاص
- عمر فاروق طارق، ملیر، کراچی
- سلطان بشیر، جی سکس فور، اسلام آباد
- محمد زاہد احمد، کورنگی نمبر ۴، کراچی
- خالدہ ارم، دھرم پورہ، لاہور
- سید نسیم حیدر، کراچی
- محمد چاند تارا، بلدیہ ٹاؤن، کراچی
- سبط شبر زیدی، بطحیٰ ٹاؤن، کراچی۔
- محمد ابراہیم، مردان
- محمودہ سلطانہ، ربوہ
- فیصل فدا۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
- دولت حاجی موٹی، نوآباد، کراچی

قرآنی کہانی

آدم خور مچھلی

بچو! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بستی کے تمام لوگوں نے مل کر ایک شخص کا گھیراؤ کر لیا اور فیصلہ کیا کہ اس نوجوان شخص کو قتل کر دیا جائے کیونکہ یہ بستی والوں کے مذہب کے خلاف زہر اُگلتا ہے۔ یہ نوجوان سب سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ نہ بت خانے میں جاتے۔ نہ بتوں کو کبھی اچھا کہتے بلکہ الٹا بتوں کے خلاف تقریریں کیا کرتے تھے۔ لوگ اس کا خوب مذاق اڑاتے تھے۔ اسے طرح طرح کی تکلیفیں دیا کرتے۔ آج بستی والوں کو کسی نے خبر دی تھی کہ اس نوجوان کی نصیحتوں سے بہت سے لوگ بتوں کے خلاف ہو گئے ہیں اور اگر اس نوجوان کی سرگرمیوں کو نہ روکا گیا تو سب ہی بے دین ہو کر بتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔

بہت سے لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہو کر اُن کے گھر گیا اور اسے گھیر لیا۔ بستی والے روز اس نوجوان کو تنگ کیا کرتے تھے۔ آج وہ سب مل کر اُسے قتل کرنے آئے تھے۔ لیکن چند لوگوں نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اسے آخری موقع اور دو۔ انہوں نے بستی والوں کی بدتمیزیوں سے تنگ آ کر اپنا وطن نینوا چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ اپنا کچھ سامان اٹھایا اور چل دیئے۔ چلتے چلتے بستی سے دور نکل کر دریا کے کنارے پہنچے اور کشتی والے سے کہا کہ مجھے بھی سوار کر لو۔ کشتی والے نے اُن کو بٹھا لیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اسی بستی کا نوجوان ہے اور بہت نیک اور شریف آدمی ہے۔ کچھ ہی دیر کے بعد کشتی کنارے سے آہستہ آہستہ

دور ہوتی ہوئی بیچ دریا میں جا پہنچی۔ کشتی تیزی سے اپنی منزل کی جانب جا رہی تھی۔ کہ اچانک دریا میں بڑی بڑی لہریں اٹھنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے موجوں نے طوفان کی شکل اختیار کر لی۔ کشتی میں چونکہ آدمی زیادہ تھے۔ لہٰذا کشتی ڈگمگانے لگی۔ ملاحوں نے فیصلہ کیا کہ کسی ایک آدمی کا بوجھ کم کیا جائے۔ کیونکہ کشتی کا ایک حصّہ کچھ جھکنے لگا تھا۔ سب نے مل کر طے کیا کہ قرعہ اندازی کرتے ہیں جس کا نام نکل آئے گا اُسے دریا میں پھینک دیا جائے گا۔ سب نے مل کر قرعہ ڈالا۔ جب پرچی کھولی گئی تو اسی نوجوان کا نام نکلا مگر ملاحوں نے کہا کہ یہ ہماری بستی کا بہت نیک آدمی ہے اسے دریا میں نہیں ڈالا جائے۔ ادھر طوفان زوروں پر تھا۔ بڑی بڑی موجیں کشتی سے ٹکراتیں تو زور دار دھماکہ ہوتا اور یوں لگتا کہ کشتی کے ٹکڑے اڑ گئے ہوں۔ سب لوگ کانوں میں انگلیاں رکھ لیتے ہر آدمی خوف زدہ تھا کہ کہیں کشتی نہ ٹوٹ جائے اور اس بات سے بھی ڈر رہا تھا کہ اس کا نام نہ نکل جائے۔ سب نے مل کر پھر قرعہ ڈالا پھر اسی نیک نوجوان کا نام نِکلا۔ وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی ہے لیکن کوئی بھی انہیں دریا میں پھینکنے کو تیار نہ تھا۔ آخر انہوں نے دیکھا کہ اگر کشتی کا بوجھ کم نہ کیا گیا تو کشتی ڈوب جائے گی۔ اور سب مر جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے دریا کے طوفان میں چھلانگ لگا دی۔ جیسے ہی وہ پانی میں جا کر گِرے۔ ایک بہت بڑی مچھلی نے انہیں نگل لیا۔ وہ نوجوان مچھلی کے پیٹ میں سخت پریشان ہوتے۔ آخر انہوں نے اللہ کی عبادت شروع کر دی۔

بچو کافی دن گزر گئے مچھلی دریا کے پانی میں گھومتی پھرتی رہی۔ تقریباً چالیس روز کے بعد مچھلی نے ایک کنارے پر آکر نوجوان کو اُگل دیا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اُن کو خراش بھی نہیں آئی تھی۔ جب وہ ساحل پر آئے، تو ایک آواز آئی کہ تم جا کر اپنی قوم کو دیکھو وہاں کے سب آدمی اللہ پر ایمان لا کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ نوجوان نے جا کر دیکھا تو کافروں کی پوری بستی مسلمان ہو چکی تھی۔ یہ نوجوان جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا۔ اللہ کے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام تھے۔

گرین گائیڈ اکیڈمی کے تحت شائع کردہ قرآنی حکایات پر مبنی کتاب "راہ نما" سے ماخوذ

عقیدت کے پھول

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
علامہ اقبال کے قلبی لگاؤ کا احوال۔

انور سعد

"اے رسول اللہؐ! آپ کے ظاہر ہونے سے اس زندگی پر جوانی آگئی ہے۔ اور آپ کے جلوہ سے اس زندگی کی تعبیر ہوئی ہے۔ آپ کی بارگاہ سے یہ زمین شوکت والی ہوگئی ہے۔ اور آپؐ کی وجہ سے آسمان کو بلندی حاصل ہوئی ہے۔ تمام سمتیں آپ کے چہرہ سے روشن ہیں۔ تُرک، عرب، تاجیک، سب آپ کے غلام ہیں۔ اس کائنات کا پایہ آپ ہی کی وجہ سے بلند ہے اور آپ کا فقر اس کائنات کا سرمایہ ہے۔

یہ علامہ اقبال کے فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ ہے۔ علامہ اقبال سچے عاشقِ رسول تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ "مجھے رسول اللہؐ کا تعارف اپنے والد بزرگوار سے ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی ان ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔" آپ کو بچپن سے ہی قرآن مجید پڑھنے کا شوق تھا۔ آپ اس کی تلاوت کافی دیر تک کرتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے والد صاحب نماز کے بعد اپنے وظائف ختم کر لیتے تب بھی آپ تلاوت میں مشغول رہتے۔

بعد میں تو حالت یہ ہوگئی تھی کہ آپ جس قرآن مجید سے تلاوت کرتے تھے اس کے صفحے آپ کے آنسوؤں سے اس قدر بھیگ جاتے تھے کہ بعض دفعہ ان کو دھوپ میں سکھانا پڑتا تھا۔ علامہؒ کے فارسی شعر کا ترجمہ ہے۔

(اگر تم (مسلمان) زندہ رہنا چاہتے ہو تو قرآن کے بغیر ممکن نہیں)

علامہ اقبالؒ کے پاس دو قیمتی چیزیں تھیں۔ قرآن کی ہدایت اور رسول اللہؐ کی سیرت۔ آپ نے دعویٰ کے ساتھ کہا ہے کہ "میں نے صرف قرآن حکیم کی ترجمانی کی ہے؛ اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں اگر میں نے کوئی بات بھی قرآن کے بغیر کی ہے تو مجھے قیامت کے دن رسوا کیجئے اور اپنے پاؤں کے بوسے سے محروم کیجئے" اقبالؒ نے کہا کہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلو اگر اس کے خلاف چلتے ہو تو وہ تو ابو لھب کا راستہ ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی جیتی جاگتی مثال تھے۔ چنانچہ قرآن سے تعلق کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی عملی زندگی سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ اس لئے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے باپ، اپنی اولاد، اپنی ذات اور ساری دنیا سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے" علامہ اقبال تو رسول اللہؐ کی محبت میں ڈوب چکے تھے۔ اگر باتوں میں حضورؐ کا مبارک نام آجاتا تو آپ پر بہت اثر ہوتا۔ اور اکثر رونے لگتے۔ جب حضورؐ کی سیرت پر گفتگو کرتے تو اتنے پیارے اور دلنشیں انداز میں گفتگو کرتے کہ سننے والے پر اس کا بہت اثر ہوتا۔ اقبال حالانکہ بڑے صابر اور بُرد بار قسم کے انسان تھے لیکن اگر کوئی شخص حضورؐ کا نام بے ادبی سے لیتا یا کوئی "محمد صاحب" کہہ دیتا تو بھی بہت زیادہ ناراض ہوتے اور اسے برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایسے شخص کو اپنی محفل سے نکلوا دیتے تھے۔ اقبال کو نعت سے بھی بے پناہ لگاؤ تھا۔ مولانا الطاف حسین حالی کی مشہور نعت تو بہت پسند تھی۔ وہ اکثر گنگنا اٹھتے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا	مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا	قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا	اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اقبال نے اپنی زندگی میں کبھی کسی گوّیے کو اپنا کلام گانے کی اجازت نہیں دی۔ ان کے بھتیجے خالد نظیر صوفی لکھتے ہیں ایک دفعہ کسی گراموفون کمپنی نے ان سے اجازت لئے بغیر ان کی مشہور نظم شکوہ کے چند بند کسی مشہور گلوکار کی آواز میں ریکارڈ کروا لئے۔ لیکن جب آپ کو اس کا علم ہوا تو سختی کے ساتھ نوٹس لیا اور اس کمپنی کو وہ ریکارڈ ضائع کرنے پر مجبور کر دیا والدہ محترمہ بتاتی ہیں کہ انہیں دنوں گھر میں اس واقع کا ذکر آیا تو کسی نے چچا جان سے دریافت کیا کہ اس سلسلے میں انہوں نے اس قدر سختی سے کیوں کام لیا ہے تو جواب

میں فرمایا۔

"اس لیے کہ میرا کلام گویوں کے گانے کیلئے نہیں ہے"

رسول اللہؐ کے اس سچے عاشق کو معلوم تھا کہ رسول اللہ کو موسیقی سے کسقدر نفرت تھی علامہ اقبالؒ نے پیغام الٰہی کو اپنی شاعری میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ اور پیغام الٰہی موسیقی برداشت نہیں کر سکتی اس کی روح اسکا حسن، اس کی تازگی اور اصلیت اس میں ہے کہ اسے جوں کا توں پڑھا جائے۔

علامہ اقبال کا معمول تھا کہ وہ تیسرے پہر جاگ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ قرآن میں رسول پاکؐ کے لئے سورہ مزمل میں آیا ہے۔

"بیشک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات یا نصف رات یا ایک تہائی رات نماز (تہجد) میں کھڑے رہتے اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ بھی۔"

علامہ اقبال اس حقیقت کو خوب جانتے تھے کہ تہجد اور صبح کی عبادت کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا ہے۔ کہتے ہیں۔

"عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

لندن جاکر بھی انہوں نے اس عبادت کو نہیں چھوڑا تھا حالانکہ وہاں بلا کی سردی پڑتی ہے

ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے روشن کر دیا ہے۔ آپ جنت میں بھی سب سے اعلیٰ مقام پر ہوں گے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا۔

"ورفعنالک ذکرک"

ہم آپ کا نام بلند کرتے رہیں گے۔

اس روشنی کے مینار کی ایک کرن کو بھی کوئی جذب کر لیتا ہے تو وہ بھی لازوال ہو جاتا ہے۔ اس کی موت نہیں ہوتی ذکر جاری رہتا ہے۔ نام بلند ہوتا ہے۔ علامہ اقبال اس کی ایک بہترین مثال ہیں۔

ایک بار کھائیں
بار بار چاہیں
فارم کے تازہ پکے ہوئے بے داغ اور
رسیلے ٹماٹروں سے تیار کردہ
AHMED
AHMED'S
Tomato Ketchup
احمد ٹماٹو کیچپ

Langnese
شہد کی مکھیوں میں
500g
Langnese
Bee Honey
100% Pure
Selected Quality
تیس سے ساٹھ ہزار شہد کی
مکھیوں کی انتھک کوشش ہی
خالص اور غذائیت سے بھرپور
شہد کے صرف چند قطرے تحفے
کی صورت میں مہیا کرتی ہیں
اور وہ اپنی کوشش کے اس ثمر
کو لینگنیز کہلانا
پسند کرتی ہیں۔

فضلِ حق قریشی دہلوی

انسان دوستی

گنی کی کہانی

میلی سعدیو کی کہانی جو نیچے درج ہے اس زمانے سے تعلق رکھتی ہے کہ جب جانور اِنسان سے بات چیت کر سکتے تھے۔

مالنگ نامی دریائی گھوڑا کسانوں اور ماہی گیروں کی پُرامن بستی کے قریب خاموشی سے بہنے والے دریا کی تہ میں رہتا تھا۔ بستی کے لوگ اسے جانتے اور اس کا احترام کرتے تھے کیونکہ مالنگ اپنے ہم جنسوں کی طرح کوئی دریائی گھوڑا نہیں تھا۔ اس نے دریا سے نکل کر نہ تو کبھی فصلوں کو اپنے پاؤں

سے روندا اور نہ کبھی کشتیوں کی اس لمبی قطار میں خلل ڈالا جو دریا کی سطح پر سفر کرتی تھیں اس میں ہر بات کی اتنی سمجھ بوجھ تھی جو دیہات کے بعض عقلمند بزرگوں میں پائی جاتی تھی۔وہ انسانوں کی زبان اچھی طرح بولتا اور سمجھ سکتا بھی تھا عام لوگ اسے سادھو کہتے تھے۔ ایک ایسا سادھو جو گاؤں کی حفاظت کرتا اور اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ وہاں کے باشندے خوش حال رہیں۔

ایک روز کہ جب دریائی گھوڑا درختوں کے سائے میں دریا کے کنارے لیٹا آرام کر رہا تھا اس نے ایک بچے کو اٹھاتے ہوئے خاتون کو دیکھا جو اپنا گھڑا پانی سے بھر رہی تھی مالنگ نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

اے شریف عورت! تم پر خدا کا کرم ہو میں تمہاری سلامتی چاہتا ہوں کیونکہ جب سے تمہاری شادی ہوئی ہے تم نے اپنے خاوند کے لئے جاں فشانی کرنے والی بیوی کی اور بچوں کو چاہنے والی ماں کی اچھی مثال قائم کی ہے۔ میری آرزو ہے کہ میں اس بچی سے جو عنقریب تمہارے ہاں پیدا ہونے والی ہے دوستی کر لوں۔ تمہارے گاؤں کی قسمت اور اس میں رہنے والے باشندوں کی آئندہ زندگی دوستی کے اس رشتے پر منحصر ہو گی جو میرے اور تمہاری بیٹی کے درمیان ہو گا۔

اس خاتون نے حامی بھر لی اس شرط پر کہ تمہارے اور میری بیٹی کے درمیان شادی کا سوال کبھی پیدا نہیں ہو گا اور تم دونوں کا تعلق ایسا ہو گا جو کسی بہن بھائی میں ہوتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

چند ہفتے بعد پانی کا گھڑا بھرنے والی خاتون نے ایک بچی کو جنم دیا۔ جنگل کے ایک خود رو پودے کی طرح ننھی بچی تیزی سے جوان ہونے لگی۔

وہ اچھی طرح ہل چلے ہوتے کھیت میں اگنے والے گیہوں کی بال کی طرح سرسبز و شاداب ہو گئی۔ وہ چاندنی راتوں میں بھلی معلوم ہوتی تھی۔

ایک روز شام کے وقت کہ جب ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی اور جب جنگلی جانور تالابوں اور ندیوں کے کنارے سائے میں آرام کرتے ہیں، گھڑے والی عورت اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر دریا کے کنارے لے گئی اس نے مالنگ کو دکھایا کہ یہ میری بیٹی ہے ان تینوں نے رسماً ناریل کی گری نکال کر کھائی جو دوستی کی پائداری کی نشانی ہے اس طرح مالنگ اور لڑکی کے درمیان بے لاگ دوستی قائم ہو گئی

لڑکی ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہوئی اور جوں جوں دن گزرتے رہے، وہ دریا کے کنارے برابر

جاتی رہی اور مالنگ کے لئے اس کی چاہت میں اضافہ ہوتا رہا۔ وہ ضرورت کے وقت ماں کے جھونپڑے میں رہتی اور فالتو وقت میں دریا کے کنارے آ کر پانی پر تیرتی اور مالنگ کے ساتھ اس کا بے غرض انہماک بڑھتا ہی رہتا وہ دونوں ایک دوسرے کے اتنے قریب ہو گئے جیسے ایک پھول کی دو پتیاں یا ایک ہاتھ کی دو انگلیاں آپس میں ملی رہتی ہیں۔ ایک انسان اور ایک جانور کے درمیان خلوص کی ایسی مثال دیکھنے میں نہیں آئی کہا جاتا ہے کہ اس دنیا میں مکمل ثبات کسی چیز کو حاصل نہیں ہوتا اور جب الفت اپنا رنگ دکھائے تو عوام میں چہ میگوئیاں ہونے لگتی ہیں جس سے سارا مزا کرکرا ہو جاتا ہے چنانچہ اس باہمی تعلق کا بھی یہی انجام ہوا۔

گاؤں کے لوگ اس حقیقت کو بھلا کر کہ مالنگ نے ان کے لئے کیا خدمات انجام دی ہیں اور کس خلوص کا اظہار کیا ہے دونوں کی بے غرض الفت پر اعتراض کرنے لگے ہر طرف اس کا چرچا رنگ دکھانے لگا بوڑھی عورتیں گھروں کی دہلیز پر بیٹھ کر چرخہ کاتیں تو اپنے سفید بالوں والے سر مٹکا کر ایک دوسرے کو اشارہ کرتیں کہ دیکھو وہ لڑکی دریا کے کنارے چلی جا رہی ہے۔ لڑکی کی سہیلیاں اس سے دامن بچا کر بھاگتیں گویا اس کا سایہ پڑ جانے سے طاعون ہو جانے کا ڈر ہے بوڑھے لوگ لڑکی کے باپ کو طعنہ دیتے کہ اس نے اپنی بیٹی کی روح دریائی چوپائے کے سپرد کر دی ہے لڑکی کی منگنی ہو گئی تھی تو ہونے والے نوجوان شوہر نے سارا حال سن کر رشتہ ٹھکرا دیا یہ کہہ کر کہ میری بیوی کو دریائی گھوڑے سے زیادہ چاہت ہو گی۔

ایک روز وہ اپنی بندوق کندھے پر ڈال کر جنگل کی طرف چل پڑا اور اس شکاری سے ملا جو بہت سے کرشمے دکھا چکا تھا۔ اس نے اپنے دل کی بات کہہ کر مدد مانگی تو شکاری نے بندوق کی ایک ایسی گولی اپنی جیب سے نکال کر دی جس کے بارے میں کہا گیا کہ وہ ہمیشہ نشانے پر لگتی اور کبھی ضائع نہیں ہوتی تھی۔

چنانچہ نوجوان شام کے وقت دریا کے کنارے جا پہنچا جہاں اسے معلوم تھا کہ دریائی گھوڑا ریت پر ٹانگیں پھیلا کر آرام کرتا ہے۔ وہ مالنگ کو دیکھ کر غصے سے بیتاب ہو گیا اس نے بندوق میں گولی بھری اور گھٹنے ٹکا کر بیٹھ گیا۔ اس نے احتیاط سے نشانہ باندھ کر بندوق چلا دی۔ شکاری کی دی ہوئی گولی نے مالنگ کے دل میں سوراخ کر دیا جس سے بے تحاشہ خون بہہ نکلا۔ کچھ دیر وہ تڑپا اور پھر بے حس ہو کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

گولی کی آواز سارے گاؤں میں سنی گئی۔لوگ دریا کے کنارے کی طرف دوڑ پڑے۔لڑکی بھی اپنی ماں کے ساتھ گئی۔وہ سب مالنگ کو مردہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔لڑکی نے آنسو بہاتے ہوئے کہا کہ قدرت نے بڑا ستم کیا کہ مجھے انسان بنایا میں کوئی چوپایہ ہوتی تو مالنگ سے چاہت پر کسی کو اعتراض نہ ہوتا۔ ہماری دوستی بے غرض ہوتی ہم دونوں دِن کے اجالے اور رات کی چاندنی میں ایک ساتھ رہتے اور ایک دوسرے کے قریب ہو کر گیت گاتے اور وہ زندگی اِنسانوں کے لئے قابلِ رشک ہو جاتی۔

شاید قدرت بھی اس افسردہ ماحول میں شریک ہونے کے لئے تیار تھی کچھ دیر پہلے کے صاف شفاف آسمان پر تاریکی چھا گئی ہوا کے زم و نازک جھونکوں نے جھکڑ کی صورت اختیار کر لی درختوں کی ڈالیاں ٹوٹ کر گرنے لگیں بہت سے پتوں نے مالنگ کو چھپا لیا۔ پرندے ڈر کر اپنے گھونسلوں سے نکل بھاگے۔ دریا کی پُرسکون موجیں بل کھا کر کنارے سے ٹکرانے اور کشتیوں کو الٹنے لگیں۔ بعض جھونپڑوں کی چھتیں تیز ہوا سے اُڑ گیئں پکی فصلیں تباہ ہونے لگیں۔کچھ پھل ڈالیوں سے ٹوٹ کر مرنے والے کے قریب آ گرے۔گاؤں کے لوگ حیران رہ گئے ایسا طوفان ان کے ہوش میں میں کبھی نہیں آیا تھا۔صرف گلاب کی ایک ٹہنی پر ایک بلبل نغمہ الاپتی رہ گئی۔

مجھے معلوم تھا، ایسا ہو کر رہے گا
سمندر کے سیلاب اور ہوا کے طوفان پر بھروسہ کرو

ایک اِنسان اور ایک جانور کی دوستی کا یہی انجام ہوتا ہے
انسان کی چاہت پر اعتماد کرنا غلط فہمی ہے

* *

آپ کی تصویر ہم شائع کریں گے۔

..مگر ضروری ہے کہ — آپ کی تصویر

- رنگین اور کم از کم پوسٹ کارڈ سائز کی ہو۔
- واضح صاف اور خوبصورت ہو۔
- اسٹوڈیو یا گھر کے کسی حصّے کی کھینچی ہوئی نہ ہو۔
- اِن ڈور کے بجائے... آؤٹ ڈور ہو۔ مثلاً کھیلتے ہوئے، ہنستے یا روتے ہوئے، پکنک کے موقع پر۔ شرارت کرتے ہوئے۔ کسی یادگار یا مشہور جگہ پر کھڑے ہوتے۔ کوئی اہم کام کرتے ہوئے یا کسی بھی ایکشن میں اپنی تصویر اپنے نام اور پتے کے ساتھ علیحدہ لفافے میں اس پتے پر پوسٹ کریں

"آنکھ مچولی البم" گرین گائیڈ اکیڈمی۔ ۱۱۲ ڈی سائٹ کراچی ۱۶

سچ کا انعام

شبیر احمد سعید

نعیم ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا اس کے والد ان پڑھ تھے۔ دن بھر محنت مزدوری کرتے، اس طرح گزر بسر ہوتی۔ جس روز کام نہ ملتا فاقے تک نوبت آجاتی۔ نعیم کی بدقسمتی کہ ابھی وہ چند برس کا تھا کہ والدہ محترمہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا — بیوی کی وفات کے بعد نعیم کے والد کی پریشانیوں میں اور بھی اضافہ ہوگیا— تاہم انہوں نے نعیم کے آرام وآسائش کا پورا پورا خیال رکھا۔

دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ نعیم نے دینی تعلیم بھی حاصل کی۔ مدرسے میں اُسے بڑے اچھے استاد ملے۔ وہ ہمیشہ اُسے محنت کرنے، والدین کا ادب واحترام کرنے، سچ بولنے اور دوسروں کے ساتھ اچھے اخلاق و رویّہ سے پیش آنے کی تلقین کرتے۔ ایسے شفیق اور قابل اساتذہ کے زیرتربیت وہ تھوڑے ہی عرصہ میں اعلیٰ اخلاق کا مالک بن گیا۔

اُس کے محلّے والے بھی اُسے اچھّا اور سچّا لڑکا سمجھتے، اِس طرح زندگی کے شب و روز گزرتے رہے۔

اب نعیم چودہ، پندرہ برس کا ہو چکا تھا۔ جوں جوں وہ بڑا ہو رہا تھا، والد کی امیدوں کا مرکز بنتا جا رہا تھا نعیم کے ابّا نے اُس کے اچھے مستقبل کی خاطر اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ زیادہ محنت و مشقّت سے اُن کی صحت اکثر خراب رہنے لگی۔ نعیم اپنے والد کا ہاتھ بٹانا چاہتا تھا مگر اس کے والد چاہتے تھے کہ نعیم اپنی پوری توجہ تعلیم ہی کی جانب مرکوز رکھے۔

ایک روز ایک امیر آدمی نے نعیم کے والد کو اپنے ہاں مزدوری پر لگایا۔ یہ شخص اُن کا محلّے دار بھی تھا۔ اور بازار میں سونے چاندی کا کاروبار کرتا تھا. لوگ اُسے سیٹھ کے نام سے جانتے پہچانتے تھے۔ لیکن وہ تھا بڑا کنجوس — جس کسی سے کام کرواتا اُسے کئی کئی دنوں تک مزدوری کی رقم ادا نہ کرتا نعیم کے والد اُس کی اِن حرکتوں سے آگاہ تھے۔ مگر فاقوں سے بہتر تھا اور انہوں نے کیا بھی یہی تھا سیٹھ کی دکان پر کام شروع کر دیا — کئی دنوں تک کام چلتا رہا، بالآخر کام ختم ہوا۔ لیکن حسبِ عادت سیٹھ نے اُسے مزدوری نہ دی۔ ایک دن گزرا۔ دو دن گزرے — حتیٰ کہ ہفتہ گزر گیا۔ نوبت جب کئی وقت کے فاقوں تک پہنچی تو ایک روز باپ بیٹا گھر سے تہیّہ کر کے نکلے کہ آج مزدوری کے پیسے لئے بغیر نہ لوٹیں گے. شام کا وقت تھا، اور وہ سیٹھ کے گھر کی طرف جا ہی رہے تھے کہ اتفاق سے سیٹھ انہیں راستے ہی میں مل گیا۔ نعیم کے والد نے پیسوں کا تقاضہ کیا۔ اب بھی سیٹھ نے ٹالنا چاہا — نعیم کے والد نے اُسے اپنی بھوک اور غربت کا واسطہ دیا، منّت سماجت کی مگر بے سود — بات بڑھ گئی اور جھگڑے کی صورت اختیار کر گئی۔ پھر بات مزید بڑھی اور نوبت ہاتھا پائی تک جا پہنچی۔ بھوک اور افلاس کا مارا نعیم کا والد اتنا جذباتی ہوا کہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور پاس پڑی ہوئی اینٹ اٹھا کر سیٹھ کے سر پر دے ماری، سیٹھ چکرا کر زمین پر گرا، ایک ہلکی سی چیخ اُس کے منہ سے نکلی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ نعیم کا والد سیٹھ کو قتل نہ کرنا چاہتا تھا مگر آناً فاناً یہ سب کچھ ہو گیا۔ سیٹھ کو خون میں لت پت مُردہ حالت میں دیکھ کر

نعیم کے تو ہوش و حواس گم ہو گئے، خوف کے مارے وہ زور زور سے چلّانا چاہتا تھا، باپ
نے بڑی مشکل سے اُسے خاموش رکھا، یہ واقعہ ایک ویران جگہ پر پیش آیا تھا اور شام کا اندھیرا
بھی پھیل گیا تھا، اس لئے اس قتل کو کسی نے نہ دیکھا۔ دونوں باپ بیٹا ہانپتے کانپتے
واپس گھر آگئے۔

تھوڑی دیر بعد سیٹھ کے قتل کی خبر سارے محلّے میں پھیل گئی۔ پولیس نے لاش کا
معائنہ کیا اور قاتل کی تلاش شروع کر دی۔ تفتیش کے دوران محلّے والوں سے بھی پوچھ گچھ
ہوئی، دیگر لوگوں کے ساتھ نعیم کے والد کو بھی بلایا گیا، لیکن ان پر کسی کو شک تک
نہ گزرا۔

سیٹھ کو قتل ہوئے دو ہفتے گزر گئے۔ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ اس قتل کا چرچا
بھی کم ہونے لگا۔ لیکن نعیم ایک عجیب کش مکش میں مبتلا تھا ہر نیا دن اُس کی
پریشانی میں اور اضافہ کر جاتا۔ اس نے بار ہا سنا تھا کہ سچائی کو چھپانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک
بہت بڑا جرم ہے۔ رہ رہ کر اُسے خیال آتا کہ سچی گواہی دینا ہر انسان پر لازم ہے خواہ یہ
گواہی اُس کے ماں باپ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ قاتل کو روز
آخرت سخت سزا ملے گی۔ اگر اُس کے والد دنیا میں سزا سے بچ بھی گئے تو اللہ کی
عدالت سے کون بچ سکے گا — یہ تھی اُس کی الجھن جو ہر پل اُسے چین نہ لینے دیتی۔

آخر ایک دن جرأت کر کے وہ اپنے باپ سے یوں گویا ہوا۔

"ابّا — آپ کو پتا ہے ناں کہ اس قتل کی وجہ سے پولیس نے لوگوں کا امن و سکون
حرام کر رکھا ہے"

"ہاں بیٹا — میں بھی یہی سوچ کر سخت پریشان ہوں، لیکن .... وہ کچھ کہتے کہتے
رک گئے۔

"ہاں! ہاں — ابّا آپ بولیں — رک کیوں گئے"

"نہیں — کچھ نہیں بیٹا، بس ویسے ہی ایک بات زبان پر آگئی تھی۔"

نعیم نے اصرار کیا کہ وہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں، کھل کر کہہ دیں۔

"بیٹے مجھے تمہارا غم کھائے جا رہا ہے — تمہاری زندگی — تمہارا مستقبل۔" لیک

اس بار بھی اُن کی زبان نے اُن کا ساتھ نہ دیا۔
"میری زندگی اور مستقبل کو کیا ہوا ہے ابّا—؟ نعیم نے سوال کیا۔
"بیٹا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے بعد دنیا میں تم بے یار و مددگار رہ جاؤ گے تو میں فوراً ہی اپنے جرم کا اعتراف کر چکا ہوتا۔" باپ کی اس بات نے نعیم کو کچھ حوصلہ عطا کیا۔
"ابّا— اب میں بچّہ نہیں رہا ہوں۔ مجھے دنیا کے کسی آدمی سے خوف نہیں ہے۔ لیکن— میں آپ کے معاملے میں خوف زدہ ہوں، آخرت کی سزا— دنیا کی سزا کے مقابلے میں بہت ہی سخت ہے۔ دنیا میں اپنے جرم کا اقرار کر لینے اور توبہ کرنے سے شاید اللہ تعالیٰ آپ کے گناہ کو معاف کر دے— وہ تو جانتا ہے کہ آپ نے سیٹھ کو جان بوجھ کر قتل نہیں کیا،—" نعیم بولا
باپ خاموش رہا
"ابّا— اگر آپ اجازت دیں تو میں صبح جا کر سیٹھ کی بیوی کو شروع سے آخر تک تمام واقعہ سنا دوں، ہو سکتا ہے اللہ بہتری کی کوئی صورت پیدا کر دے،—" نعیم پھر بولا۔

"بیٹا اگر تم میں— دنیا میں اکیلا رہنے کا حوصلہ پیدا ہو چکا ہے تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں—" نعیم کے والد بھی رضامند ہو گئے
دوسرے روز نعیم صبح سویرے سیٹھ کے گھر گیا۔ اُس کی بیوی اپنی چھوٹی بچّی کے ساتھ گھر میں اکیلی ہی تھی— صحن میں داخل ہو کر وہ ایک کونے میں گم سُم کھڑا ہو گیا— نعیم کی آنکھوں سے برسات کی طرح ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ سیٹھ کی بیوی سمجھی کہ شاید وہ اُس کے خاوند کی موت کے غم میں آنسو بہا رہا ہے— وہ اُٹھی اور اُسے دلاسا دیتی ہوئی ساتھ کے کمرے میں لے گئی۔
"بیٹا صبر کرو— خدا کو یہی منظور تھا۔"
"لیکن—!" نعیم کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔
"کہو بیٹا— کیا کہنا چاہتے ہو—" سیٹھ کی بیوی اُس سے بولی
"خالہ ..... خالہ ..... سیٹھ میرے ابّا کے ہاتھوں— قت— قتل ہوا تھا۔"

نعیم کے منہ سے یہ الفاظ سن کر وہ بے حس وحرکت۔ بت کی طرح جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہ گئی، اُسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اُس پر بجلی گرادی ہو اُسے یقین نہیں آرہا تھا۔۔ تھوڑی دیر بعد نعیم کا والد بھی وہاں پہنچ گیا، سیٹھ کی بیوی نے باہر نکل کر کمرے کی کنڈی لگادی۔ اب دونوں باپ بیٹا بند ہو چکے تھے۔

سیٹھ کی بیوی پاگلوں کی طرح برآمدے میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگی، مجرم اُس کے قبضے میں تھے، اور کسی بھی وقت وہ انہیں قانون کے حوالے کر سکتی تھی، لیکن نعیم کی سچائی نے اُسے پریشان کردیا تھا۔۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ بیٹے نے باپ کے خلاف گواہی کیوں دی سوچتے سوچتے اُس کے دل کو کچھ سکون محسوس ہوا۔ اُس نے نعیم کو اپنے پاس بُلایا۔ طرح طرح کے سوالات کئے۔ بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ نعیم نے جو کچھ کہا ہے وہ خدا کا حکم بجالاتے ہوئے کہاہے۔ اُس نے سوچا دنیا میں اب بھی ایسے انسان موجود ہیں جو روز قیامت رسوائی اور سزا کے خوف سے دنیا میں اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنے کے لئے تیار ہیں اُس کے دل میں نعیم کی قدرو منزلت بڑھ گئی۔۔۔ اتنی غربت کے باوجود دونوں باپ بیٹوں نے اللہ کی یاد اور خوف کو کس طرح دل میں بسایا ہوا تھا ۔۔ پھر اُس نے اپنے حالات پر غور کیا، اللہ نے جو نعمتیں دی ہوئیں تھیں ان کا جائزہ لیا، اُسے خیال آیا۔۔ کہ اُسے معاف کرنے پر قدرت حاصل ہے اُسے قرآن مجید کا وہ حکم یاد آیا۔۔ "اگر تم بدلہ لو تو تم اس پر قادر ہو۔۔ لیکن اگر معاف کردو تو یہ اللہ کے نزدیک تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔۔"

اُس نے ارادہ کیا کہ خدا کو خوش کرنے کا طریقہ ہے کہ لوگوں پر احسان کیا جائے اُن کے قصور معاف کئے جائیں۔ اُس نے اپنے اندر اتنے بڑے قصور کو معاف کرنے کا حوصلہ پیدا کیا۔

نعیم۔۔ انتظار کر رہا تھا کہ وہ ابھی ان دونوں کو پولیس کے حوالہ کرے گی۔ مگر اُس نے نعیم کو اپنے گلے لگالیا، اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔۔ اور یہ آنسو خوشی کے آنسو تھے۔ اُس نے نہ صرف نعیم کے والد کو معاف کیا بلکہ نعیم کو اعلیٰ تعلیم بھی دلوائی۔۔ اور اپنا بیٹا بنالیا۔ بے شک سچائی ایک رحمت ہے۔

اِنڈس واٹر کولر
پاکستان میں پہلی مرتبہ
آسٹرو پاک
کلیپر فین
برقی پنکھوں کی ٹیکنالوجی میں آسٹرین سائنس کی اختراعی پیشکش
آپ کے حکم کے تابع - بغیر ہاتھ لگائے
حکم کریں پنکھا چلے
حکم کریں پنکھا رُکے
وال/ٹیبل/پیڈسٹل فین کے بطور اِستعمال کیاجاسکتا ہے۔
* بجلی کے خرچ میں ۵۰ فیصد بچت * غیر معمولی ہلکا پنکھا
* شاک پروف * انتہائی خوشنما * اسٹریملائینڈ باڈی
* بے حد پائیدار * زنگ سے محفوظ - آواز سے مُبرّا
* متعدد پائیدار رنگوں میں دستیاب
* تحفے تحائف میں دینے کے لئے بے نظیر
ایک سال کی گارنٹی
کوئی شکایت ہو تو فون 233667 کرکے فوری ہوم سروس حاصل کیجئے۔
البرخت پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ
پہلی منزل، نسروانجی بلڈنگ، مچھی میانی روڈ، کراچی - فون: ۲۳۳۶۶۷
MASS

کیوں آخر ــــــ؟

رعنا سیّد

"آمنہ خدا کے لئے اب اُٹھ بھی چکو ورنہ اسکول کو دیر ہو جائے گی" امی کی آواز نے آمنہ کو جگا دیا۔ اس نے تھوڑی سی آنکھیں کھول کر دیکھا تو کھڑکی سے باہر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ "سردی میں صبح کو چھ بجے بستر سے اُٹھنا کس قدر مشکل کام ہے" آمنہ نے چڑ کر سوچا۔ "آخر اسکول اتنے سویرے شروع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سات بجے کے بجائے بارہ بجے اسکول کا وقت ہوتا تو کتنا مزہ آتا" آمنہ نے بستر پر لیٹے لیٹے اتنا کچھ سوچ لیا اور یوں پندرہ منٹ گزر گئے۔ امی

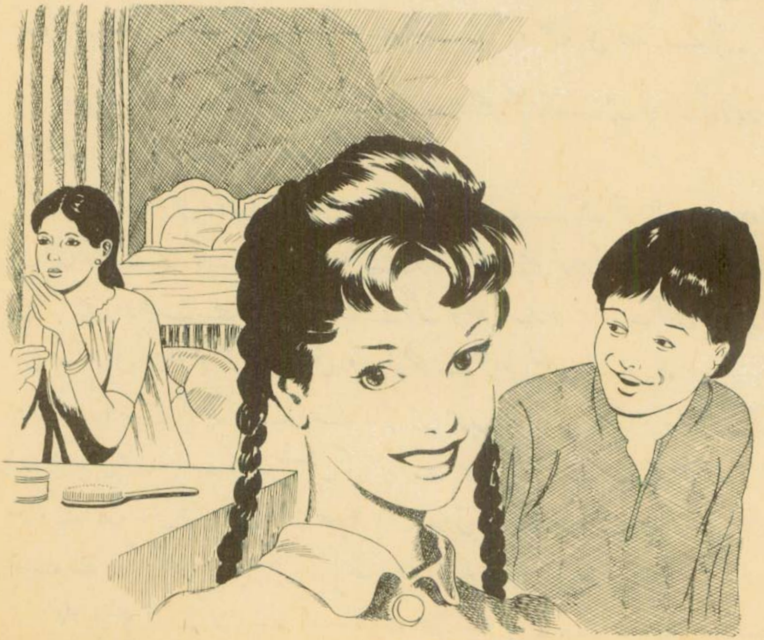

دیکھئے آمنہ ابھی تک سو رہی ہے۔ عمر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دور سے چلایا" یوں تو عمر آمنہ سے چھوٹا تھا مگر دس سال کی عمر ہی میں بارہ سالہ آمنہ سے بڑا لگتا تھا۔ آمنہ باتوں میں تو عمر کو دبالیتی تھی مگر جب وہ کشتی شروع کر دیتا تھا تو فوراً ہار ماننا پڑتی تھی۔

اسوقت بھی آمنہ کو اُس کے چیخنے پر بہت غصہ آیا مگر اِس خیال سے چپ رہی کہ اگر عمر نے زیادہ شور مچایا تو امی واقعی کچن سے آجائیں گی اور اگر انہوں نے آمنہ کو اس وقت بستر میں دیکھ لیا تو اُس کی خیر نہیں۔

سخت غصہ کے عالم میں آمنہ بستر سے اٹھی مگر جاتے جاتے عمر کو زبان چڑا گئی۔ اُس کو معلوم تھا کہ عمر اِس بات سے بے حد چڑے گا کیونکہ جب وہ جواب میں منہ چڑانا چاہتا تھا تو آمنہ آنکھیں بند کر لیتی تھی اور عمر بدلہ نہ لے سکتا تھا۔ یوں آمنہ اسے گھنٹوں ستاتی تھی۔ اِس وقت بھی عمر نے لپک کر آمنہ کا منہ چڑایا مگر وہ آنکھیں بند کر کے باتھ روم کی طرف مڑ چکی تھی۔

عمر نے غصّے کے مارے آمنہ کو پکڑنا چاہا تو اس کے کھلے ہوئے بال ہاتھ میں آگئے۔ جن کو عمر نے ایک ہی جھٹکا دیا تھا کہ آمنہ نے ایک زور کی چیخ ماری اور رونے لگی۔

باورچی خانے سے امّی دوڑیں اور بیڈ روم سے ابو نکلے مگر برآمدے میں دونوں کی زبردست ٹکر ہوگئی اور لپنے اپنے سر پکڑ کر وہیں رک گئے۔

دادا ابا نے جوان لوگوں کی آوازیں سنیں تو گھبرا کر کمرے سے نکلے مگر چلنے سے پہلے جلدی میں اپنی عینک کے بجائے دادی اماں کا پڑھنے والا چشمہ پہن کر برآمدے میں آگئے وہاں پہنچ کر انہیں دو عجیب سے دھندلے دھندلے لوگ جو نظر آئے تو انہوں نے گرج کر پوچھا" کون ہو تم" امی اور ابو جو ابھی تک اپنی زوردار ٹکر سے سنبھل نہیں پائے تھے مزید پریشان ہو گئے اور آمنہ کے ابو جلدی سے بولے "اباجی میں ہوں حامد، آپ کا بیٹا" دادا ابا گرج کر بولے خبردار جو میری خوشامد کرنے کی کوشش کی، یہ مت سمجھنا کہ تم میرے بیٹے کا نام لے کر مجھے بہلا لوگے، میں سابق فوجی ہوں اور میرے پاس بندوق بھی ہے" آمنہ کے امی ابو حیران کھڑے ہوئے تھے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ دادا ابو کو ہو کیا گیا ہے۔

دادا ابا پھر ڈانٹ کر بولے" ارے دِن دھاڑے چوری کرنے گھر میں گھس آئے۔

اور ہمت دیکھ کر کہتے ہیں کہ ابا جی میں آپ کا بیٹا ہوں ارے کیا میں اپنے بیٹے کو نہیں پہچانوں گا؟"

آمنہ اور عمر اپنا جھگڑا بھول کر برآمدے میں ہونے والے اِس تماشے کو دیکھنے آچکے تھے اور دادا ابا کی باتیں سن کر ان پر ہنسی کا دورہ پڑ چکا تھا. دادا ابا نے جو بچوں کے ہنسنے کی آواز سنی تو وہ پریشان ہو کر رک گئے اور چاروں طرف دیکھنے لگے کہ آواز کہاں سے آرہی ہے مگر دادی اماں کی عینک کی وجہ سے کچھ بھی ٹھیک سے نظر نہیں آرہا تھا.

آخر کار عمر سے ضبط نہ ہو سکا. اور وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا "دادا ابا آپ امی اور ابو کو چور سمجھ رہے ہیں" دادا ابا اس اچانک اطلاع پر بالکل ہی بوکھلا گئے اور جلدی سے عینک ٹھیک کرنے لگے تاکہ صحیح دیکھ سکیں اور اب جو عینک ہاتھ میں آئی تو سمجھ میں آیا کہ وہ تو دادی اماں کی عینک ہے اس سے پہلے کے دادا ابا کچھ کہتے امی ابا پوری بات سمجھ گئے اور وہ بھی بچوں کے ساتھ ہنسنے لگے.

امی کو اچانک خیال آگیا کہ یہ سارا معاملہ اُس زور دار چیخ سے شروع ہوا تھا تو وہ فوراً بولیں. "آمنہ بیٹے ابھی یہاں کیا شور ہو رہا تھا" عمر نے جلدی سے اپنی کہانی شروع کر دی تاکہ امی پہلے اس کی بات سن لیں اور آمنہ کو منہ چڑانے پر ڈانٹ پڑی. مگر آمنہ بھی اتنی بے وقوف نہیں تھی اور اُسے بھی جلدی تھی کہ بال کھینچنے والی بات پہلے بتائے تاکہ ڈانٹ عمر کو پڑے اس لیے اس نے بھی اپنی کہانی ساتھ ہی شروع کر دی اب دونوں زور زور سے بول رہے تھے مگر امی کے کچھ سمجھ میں نہ آرہا تھا اتنے میں ایک زور دار آواز آئی "خاموش خبردار کسی نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو گولی مار دی جائے گی." اس غیر متوقع دھمکی کو سنتے ہی آمنہ اور عمر اپنی کہانی بھول گئے اور سب اس اچانک حملے پر گھبرا کے پلٹے

****

ا : کس چیز کا رنگ گہرا جامنی ہے اس کے چوبیس پاؤں ہیں اور کان سر سے دو انچ اوپر نکلے ہوئے ہیں؟

ب : معلوم نہیں۔

ا : معلوم تو مجھے بھی نہیں لیکن یہ تمہارے بازو پر چڑھ رہی ہے۔

ایک سپاہی (دوسرے سے): میں ایک دفعہ ٹرین میں سفر کر رہا تھا کہ ڈاکو آ گئے اور لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔

پہلا: تم نے کیا کیا۔

دوسرا۔ (رازداری سے) میں نے جلدی سے اپنا پستول چھپا دیا"

محمد آصف۔ نجیب کالونی۔ اشرف نگر پاپوش نگر

"ماں: جو بچہ میرا کہنا مانے گا۔ اور میرے حکم پر چلے گا میں اس کو دس روپے دوں گی۔

بچے۔ امی جان۔ اس طرح تو سارا انعام ابو جیت جائیں گے۔"

فخر داد خان، ———— الآصف اسکوائر کراچی

جیل کے منظر کی فلم بندی کے بعد فلم کے ڈائریکٹر نے جیلر صاحب کا شکریہ ادا کیا۔

جیلر نے جواب دیا۔

ڈائریکٹر صاحب اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ اس جیل کے دروازے آپ کے لئے ہمیشہ کھلے ہیں۔

عبدالرشید، سمن آباد ———— فیصل آباد

پاگل ——— (دوسرے سے) تم کب پیدا ہوئے۔

دوسرا پاگل ——— جمعہ کو

پہلا پاگل ——— چل جھوٹے جمعہ کو تو چھٹی ہوتی ہے۔

محمد عاصف رضا، ———— سیالکوٹ

دو گپی باتیں کر رہے تھے۔ ایک بولا کہ میرے دادا مٹکے میں پانی بھر کے اسے چھت سے لٹکا کر اس پر ڈنڈا مارتے تھے تو مٹکا رہ جاتا تھا اور صرف پانی گر جاتا تھا۔

دوسرا گپی بولا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی میرے دادا تو مٹکا لٹکا کر ڈنڈا مارتے تھے تو پانی لٹکا رہ جاتا تھا۔ اور مٹکا گر جاتا تھا۔

ڈاکٹر۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میرے دفتر کے

اوقات شام چار سے سات ہیں۔
مریض :۔ جانتا ہوں۔ لیکن وہ سانپ نہیں جانتا۔ جس نے مجھے کاٹا۔

قرۃ العین صائمہ، ——— ماڈل کالونی۔ کراچی

موکّل :۔ معاف کریں آپ میرے مقدمے کی وکالت نہیں کر سکتے۔
کیونکہ آپ کی عمر ابھی کچی ہے۔
وکیل :۔ لیکن جناب یقین جانیں آپ کا مقدمہ جب آگے بڑھے گا۔ اس وقت میری عمر پک چکی ہوگی۔

طیب رضا، پی اے ایف کوارٹرز، کراچی

آدمی (ایک بچے سے) تمہارا خاندان کونسا ہے!
بچّہ :۔ جانوروں کا۔
آدمی :۔ وہ کیسے
بچّہ :۔ میری امّی ابّو مجھے الّو کہتی ہیں، ابّا جان گدھا کہتے ہیں۔ ماسٹر جی بھالو کہتے ہیں اور دادا جان شیر کہتے ہیں۔

سعید عباس، ملیر توسیعی کالونی ——— کراچی

"تم دھوکے باز ہو"۔ وکیل صفائی نے چیلنج کردیا۔ "تم اوّل درجے کے جھوٹے ہو"۔ وکیل استغاثہ نے جواب دیا۔
آرڈر! آرڈر! جج نے کہا۔ "اب جبکہ وکلائ کی شناخت ہوچکی ہے۔ ہمیں مقدمے پر بحث شروع کرنی چاہیئے۔"

محمد وسیم مغل، غریب آباد، ——— میرپور خاص ———

شارٹ ہینڈ کی ایک جماعت میں اُستاد نے زور نویسی کی خاصیتوں پر تقریر کرتے ہوئے کہا۔
"مولانا حالی نے اپنی مسدّس چار سالوں میں پوری کی۔ اگر وہ شارٹ ہینڈ کے ماہر ہوتے تو اس نظم کو لکھنے میں ڈیڑھ گھنٹے لگتے۔"

سیّد عبدالراشد منہاس ———

ڈاکٹر :۔ اگر تمہیں نیند نہیں آتی بہتر یہ ہے کہ بستر پر جانے سے قبل کچھ کھالیا کرو۔
مریض :۔ لیکن کل ہی آپ نے بتایا تھا کہ سونے سے قبل کچھ نا کھایا کرو۔
ڈاکٹر :۔ سائنس کی ترقی کی رفتار تیز ہے۔

محمّد اعظم علی ——— لیاقت آباد کراچی

گاہک :۔ یہ مرغی تو لنگڑی ہے۔
دوکاندار :۔ جناب آپ اِسے کھائیں گے یا اِس سے ڈانس کروائیں گے۔

ولی محمّد، ——— لانڈھی کراچی

پولیس افسر :۔ (سپاہی سے) تم نے اب تک اس ڈاکو کو گرفتار نہیں کیا۔
سپاہی :۔ جناب وہ ہم سے بہت ڈرتا ہے جب بھی ہم اسے پکڑنے جاتے ہیں وہ کہیں چھپ جاتا ہے۔

ولی محمّد ——— لانڈھی، کراچی

ڈاکٹر :۔ تمہیں پہلی بار اتنی کمزوری کا احساس کب ہوا۔

مریض:۔ کل صبح تین بار۔ دوپہر میں دو بار
رات میں تین بار۔ اس کے بعد آج صبح
تین بار اور اس وقت سہ پہر میں دو بار۔

فارینہ سحر، کاظم آباد سوسائٹی ——— کراچی

ایک دفعہ ایک سپاہی کا کورٹ مارشل
ہوگیا۔ اس نے گھر خط لکھتے وقت اس کا
ذکر کیا۔ گھر سے خط آیا۔ لکھا تھا۔
"برخوردار۔ خوش رہو۔ کورٹ کے متعلق پڑھا۔
دل کو از حد خوشی ہوئی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔
جس نے یہ دن دکھایا۔ اب ہماری یہ دعا ہے۔
کہ تم بہت جلد فیلڈ مارشل بن جاؤ گے۔"

راحلیہ اقبال۔ شاہ فیصل کالونی۔ کراچی

لمبی چوڑی کار میں بیٹھی ہوئی بیگم صاحبہ
نے ایک فقیر کو پانچ پیسے کا سکہ دیا۔ اور کہنے لگیں۔
بابا میرے لئے دعا کرو۔ فقیر نے پانچ پیسے کا سکہ
دیکھا اور جل کر کہا کیا دعا کروں۔ کار میں بیٹھی
ہو۔ اب کیا آسمان پر بیٹھو گی۔

سید ندیم حیدر ——— گل بہار، کراچی

دو میاں بیوی آپس میں جھگڑ رہے تھے وہ
کافی دیر تک جھگڑتے رہے۔ آخر میاں نے کہا۔
"بیگم ہمیں یہ مسئلہ عقل سے حل کرنا چاہیے"
بیوی غصہ سے بولی "ہاں ہاں! تاکہ تم
جیت جاؤ۔"

محمد سجاد، ہول پارک، ——— شاہدرہ، لاہور

پہاڑ پر بسنے والے شخص کو پکار کر ایک
سیاح نے کہا سنو!
میں جب یہاں سے گزرا تو تمہارے بیٹے
نے مجھ پر پتھر پھینکا تھا۔
پہاڑی شخص:۔ کیا تمہیں چوٹ لگی۔
سیاح:۔ نہیں۔
پہاڑی شخص۔ تو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں
کہ وہ میرا بیٹا نہیں تھا۔

مہوش انیس ——— لیاقت آباد کراچی

فقیر:۔ (عورت سے) ایک روپے کا سوال
ہے بابا!
عورت:۔ میرے شوہر گھر پر نہیں ہیں۔
فقیر:۔ مجھے آپ کا شوہر نہیں روپیہ چاہیے۔

وسیم احمد نعیم، ناظم آباد ۵ ——— کراچی

انگلستان میں جہاں گداگری قانوناً قابل
تعزیر جرم ہے۔ ایک روز ایک گداگر نے
ایک قصبہ کے ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا،
دروازہ کھلا تو گداگر نظریں نیچے کئے ہوئے بولا:
"جناب مجھے کل کھانے کو کچھ نہیں ملا،
آج بھی دن بھر بھوکا رہا ہوں اور ....." اتنے میں
اس کی نظر کانسٹیبل کے باوردی ٹانگوں پر
پڑی اور وہ گردن اونچی کرتے ہوئے بولا۔
"اگر کل بھی مجھے کھانا نہ ملا تو پرواہ نہیں!"

ہاکی ہائے ہاکی ......

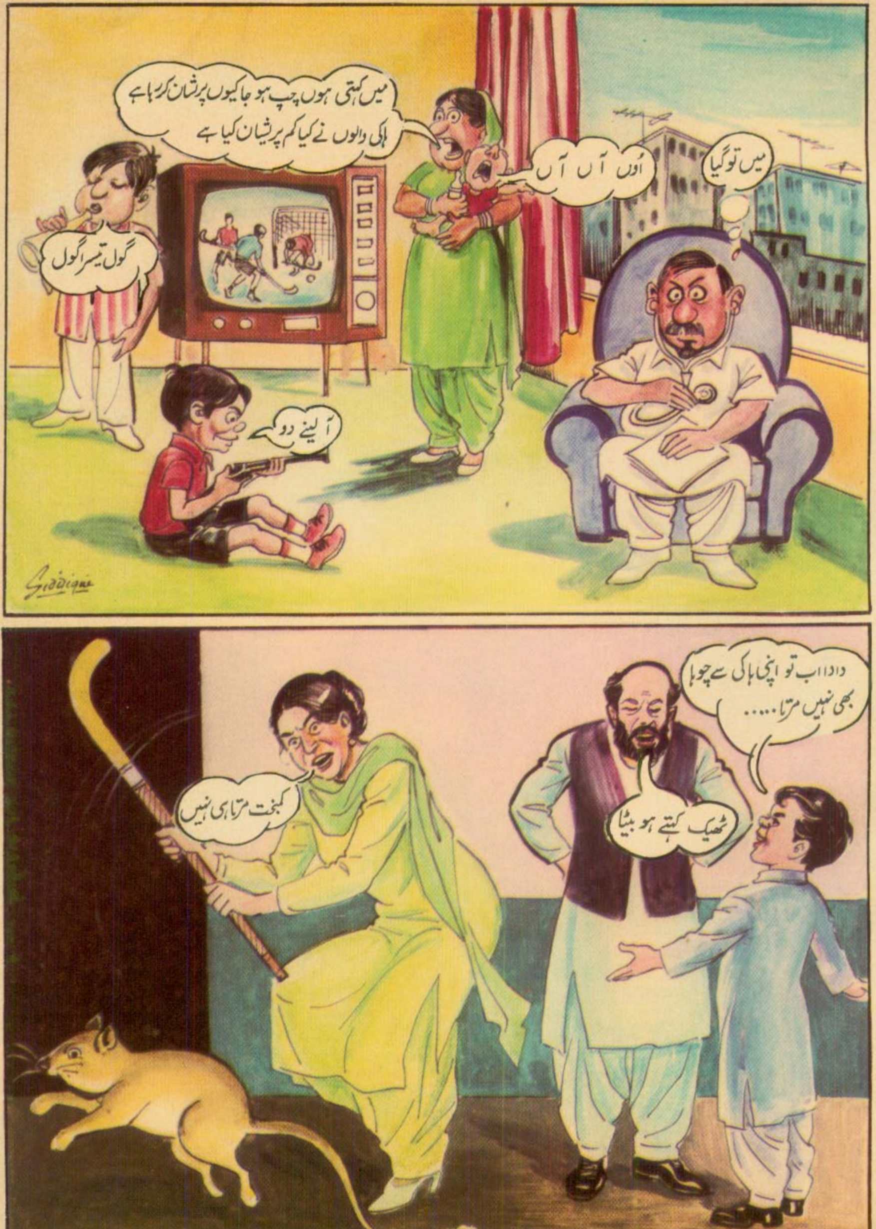

ورلڈ اسکواش چیمپین جہانگیر خان کا ایک خوبصورت پوز

بطورِ خاص آنکھ مچولی کے لئے

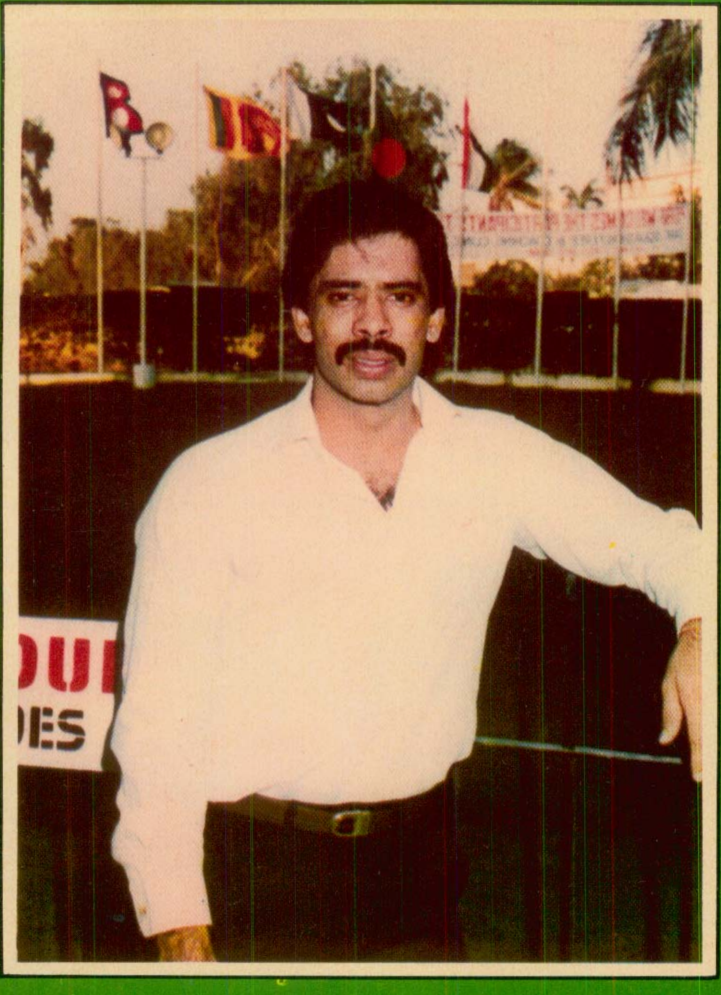

ماہنامہ آنکھ مچولی پڑھنے والوں کے لئے نیک تمنائیں

ناقابلِ تسخیر

علی نوری

جہانگیر خان

کسی بھی شخص کی کردار سازی یا اس کا کیریئر بنانے میں اس کے آس پاس، دوست احباب اور خصوصاً گھر کا ماحول نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں. لیکن اپنے ہنر میں باکمال ہوجانا یقیناً انسان کی اپنی صلاحیتوں پر منحصر ہے۔ اور یہ صلاحیتیں جب نکھر کر چار سو عالمگیر پیمانہ پر پھیل جاتی ہیں اور ان کا عروج مثال بن کر رہ جاتا ہے تو یقیناً در یقیناً یہ صلاحیتیں خداداد ہوتی ہیں۔

کھیل کی دنیا میں ایسی ہی صلاحیتوں کا مالک پاکستان اوپن، برٹش اوپن اور عالمی اسکواش چیمپئن جہانگیر خان ہے. جس نے نہایت ہی کم عمری میں دنیا کے تقریباً تمام

بڑے اعزازات جیت کر نہ صرف اپنے والد سابق برٹش اوپن چیمپئن روشن خان اور اپنے بھائی عالمی شہرت یافتہ کھلاڑی طورسم خان مرحوم کے بعد اسکواش کو اپنے گھر سے جانے نہیں دیا۔ بلکہ اپنے ہونہار کزن رحمت خان کی ماہرانہ کوچنگ کے نتیجہ میں اپنی صلاحیتوں کو وہ بام عروج دیا کہ کامیابی اس کے نام کا جزو لازم بن کر رہ گئی۔ جہانگیر خان یقیناً ایک ایسا کھلاڑی ہے، جس کا حریف کورٹ میں اترنے سے پہلے ہی ذہنی طور پر شکست قبول کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اور کہیں اگر اس نے جہانگیر خان کے مقابلے میں ایک آدھ سیٹ جیت بھی لیا تو اسے ہی کامیابی تصور کر کے اپنے آپ کو مطمئن کئے لیتا ہے۔ حریف کے حواس پر اس طرح چھا جانے والا کوئی معمولی کھلاڑی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی ایسے کھلاڑی بار بار پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ کی رحمت یقیناً جہانگیر خان پر سایہ فگن ہے۔

یہ عزت اور یہ عروج جہانگیر خان کو بیٹھے بٹھائے ہی نہیں مل گیا۔ اس نے اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں کے لئے سخت محنت کی ہے۔ بے کار کے مشغلوں سے احتراز کیا ہے۔ والدین کا احترام کیا ہے، ہم وطنوں اور اپنے ملک سے محبت کی ہے۔ اللہ کے آگے سر جھکایا ہے۔ عالمی چیمپئن بننے کے باوجود اس کے مزاج اور فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اس کی عاجزی و انکساری آج بھی اسی طرح موجود ہے۔ ویسے بھی جہانگیر خان اپنے کام سے کام رکھنے والا نہایت کم گو کھلاڑی ہے۔ جس پر ایک ہی دھن سوار ہے کہ زیادہ سے زیادہ کامیابیاں حاصل کرے اور ملک کا نام روشن کرے۔ جو اس کے بھائی طورسم خان مرحوم کی بھی خواہش تھی۔

جہانگیر خان نے یقیناً اسکواش تو اس وقت سے شروع کر دی ہو گی جب اُسے ریکٹ اٹھانا آ گیا ہوگا۔ جہاں تک کیریئر کی بات ہے، جہانگیر خان کا کیریئر ۱۴ سال کی عمر میں ۱۹۷۸ء میں شروع ہوا۔ جب جہانگیر نے پاکستان جونیئر اسکواش چیمپئن شپ جیتی۔ اسی سال جہانگیر عالمی جونیئر اسکواش چیمپئن شپ میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد جہانگیر خان نے پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا اور بتدریج ترقی کے منازل طے کرتا چلا گیا۔ ۱۹۷۹ء میں جہانگیر خان نے عالمی جونیئر اسکواش چیمپئن شپ میں رنرز اپ پوزیشن حاصل کی۔ اور اسی سال آسٹریلیا میں جہانگیر خان نے ورلڈ امیچر چیمپئن شپ جیت کر کوئی پہلا بڑا بین الاقوامی اعزاز جیتا۔

اس کے بعد سے جہانگیر خان کے پروفیشنل کیریئر کا آغاز ہوتا ہے۔ پروفیشنل کھلاڑی ایسے کھلاڑی کو کہتے ہیں جسے مقابلے جیتنے کی صورت میں انعام کی شکل میں پیسہ ملتا ہو۔
۱۹۸۰ء میں جہانگیر خان نے پہلی پروفیشنل چیمپئن شپ آئرلینڈ میں الیٹر چیمپئن شپ کھیلی اور اس میں رنرز اپ رہا۔ اسی سال جہانگیر خان نے کینیڈین کپ جیت لیا۔ اس طرح اپنے پروفیشنل کیریئر کے آغاز کے سال ہی میں وہ کوئی بڑا پروفیشنل ٹورنامنٹ جیتنے میں کامیاب ہوگیا۔
جب جہانگیر خان نے اپنے پروفیشنل کیریئر کا آغاز کیا تو اس وقت عالمی اسکواش میں آسٹریلوی کھلاڑی جیف ہنٹ کا ستارہ عروج پر تھا۔ پاکستان کے ایک عالمی شہرت یافتہ کھلاڑی قمر زمان نے بڑی کوشش کے بعد صرف ایک بار برٹش اوپن چیمپئن شپ کا اعزاز حاصل کیا جبکہ ہدایت جہاں، محب اللہ، گوگی علاؤالدین اور مقصود احمد، ہنٹ کے بڑے حریف تو رہے لیکن وہ ہنٹ کو کوئی بڑا دھچکا دینے میں ناکام رہے۔

۱۹۷۵ء میں جب سے ورلڈ اوپن اسکواش چیمپئن شپ شروع ہوئی، اس وقت سے یہ چیمپئن اس کی ملکیت بنی رہی۔ اور ۱۹۸۱ء تک آٹھ بار برٹش اوپن چیمپئن شپ جیت کر ہنٹ نے ہاشم خان کا سات بار یہ اعزاز جیتنے کا عالمی ریکارڈ بھی توڑ دیا۔

لیکن اسی ۱۹۸۱ء کے سال نے جیف ہنٹ کو جہانگیر خان کی صورت میں خبردار کر دیا کہ اب مزید جیتنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ اور باعزت ریٹائرمنٹ ہی اس کے حق میں بہتر ہوگی۔ ۱۹۸۱ء کی برٹش اوپن چیمپئن شپ کے فائنل میں اس وقت ۳۴ سالہ جیف ہنٹ نے اپنے ۱۷ سالہ حریف جہانگیر خان جو اس چیمپئن شپ کا کم عمر ترین فائنلسٹ تھا، دو گھنٹے سے زائد کے سخت مقابلہ کے بعد اپنے تجربہ کی بنا پر شکست دینے میں تو کامیاب ہوگیا۔ لیکن اسی سال جہانگیر خان نے ٹورنٹو میں کھیلی گئی ورلڈ اوپن چیمپئن شپ میں جیوف ہنٹ سے عالمی اعزاز چھین کر نہ صرف اپنی کامیابیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ بلکہ اسے جیف ہنٹ کے کیریئر کا اختتام بنا دیا۔ اس کے بعد جیف ہنٹ نے اسکواش سے ریٹائرمنٹ لے لی اور جہانگیر خان اپریل ۱۹۸۱ء میں ورلڈ اوپن چیمپئن شپ کے بعد سے اب تک ناقابلِ شکست ہے۔ وہ نہ صرف سافٹ (SOFT) بال بلکہ امریکی ہارڈ بال اسکواش کا بھی چیمپئن ہے۔ امریکی کھلاڑی مارک ٹیلبٹ جو ہارڈ بال کا بڑا ماہر سمجھا جاتا ہے وہ بھی اپنے اس کھیل میں جہانگیر کے سامنے طفل مکتب ہی

دکھائی دیتا ہے۔

۱۹۸۲ء کی برٹش اوپن اسکواش چمپئن شپ کے فائنل میں جہانگیر خان کا مقابلہ اپنے ہی کزن پاکستانی نژاد برطانوی کھلاڑی ہدایت جہاں سے ہوا۔ اس فائنل میں ہدایت جہاں اپنے تجربہ کی بنیاد پر جہانگیر خان سے دو سیٹ جیتنے میں بھی کامیاب ہوگیا۔ لیکن اس کے بعد سے کوئی بھی کھلاڑی اب تک جہانگیر سے برٹش اوپن کے فائنل میں کوئی سیٹ جیتنے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔ ۱۹۸۶ء کی برٹش اوپن چمپئن شپ کے فائنل میں جہانگیر خان نے آسٹریلوی حریف راس نارمن کو شکست دی۔ مجموعی طور پر جہانگیر خان نے برٹش اوپن اسکواش چمپئن شپ ۵ بار جیتی ہے۔ اور مزید ۴ بار جیتنے کی صورت میں وہ جیف ہنٹ کا عالمی ریکارڈ توڑنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ۱۹۸۵ء میں قاہرہ میں کھیلی گئی ورلڈ اوپن چمپئن شپ میں بھی فائنل میں اس کا شکست خوردہ حریف راس نارمن ہی رہا۔

پاکستان اوپن اسکواش چمپئن کا بھی دنیا کے رینکنگ ٹورنامنٹس میں شمار ہوتا ہے۔ ۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۱ء کے فائنل میں جہانگیر خان کا حریف ممتاز کھلاڑی قمر زمان رہا۔ جو دونوں بار ہارا اور اب ۱۹۸۶ء تک جہانگیر خان سے پاکستان اوپن کا اعزاز کوئی بھی حاصل نہیں کر سکا ہے۔

ستمبر ۱۹۸۶ء میں کوالالمپور میں ملائشیا اوپن اسکواش چمپئن شپ کے سیمی فائنل مقابلہ میں جہانگیر خان پھسل کر گر پڑا۔ جس کی وجہ سے اس کے گھٹنے پر شدید چوٹ آئی۔ اور شدید تکلیف اور ڈاکٹر کے مشورہ پر جہانگیر خان نے فائنل میں اپنے ہم وطن قمر زمان کا مقابلہ نہیں کیا۔ اس طرح قمر زمان ملائشیا اوپن کا ٹائٹل جیت سکا۔ جہانگیر خان نے چوٹ لگ جانے کے باوجود اس چمپئن شپ میں سیمی فائنل جیتا۔ اور رواں سال پاکستان اوپن چمپئن شپ بخار کی حالت میں جیتی۔ یہ جہانگیر کی بلند ہمتی اور اسکواش کے کھیل سے اس کے لگاؤ کی عمدہ مثال ہے۔

اب نومبر میں فرانس میں ورلڈ اوپن اسکواش چمپئن شپ ۱۹۸۶ء کھیلی جانے والی ہے چونکہ جہانگیر خان کے گھٹنے کی چوٹ ابھی ٹھیک نہیں ہوئی۔ اسے پاکستان کے ممتاز آرتھوپیڈک سرجن ڈاکٹر محمد علی شاہ نے عالمی چمپئن شپ تک آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اور مزید علاج کی خاطر جہانگیر خان اب لندن چلا گیا ہے۔ سرجن محمد علی شاہ کے مطابق اس سلسلے میں تشویش کی کوئی بات نہیں ہے اور جہانگیر خان نومبر ۱۹۸۶ تک اپنے عالمی اعزاز کے دفاع کے لئے مکمل طور پر فٹ ہو جائے گا۔ یقیناً ہم تمام پاکستانیوں کی نیک تمنائیں اور دعائیں جہانگیر خان کے ساتھ ہیں۔

جب سارے سمندر مل جائیں
اور ایک سمندر بن جائے
وہ ایک سمندر کتنا بڑا اور کتنا حسیں ہو گا

آکاش پہ جتنے تارے ہیں
وہ اِک تارہ بن کر چمکیں
وہ ایک ستارہ کتنا بڑا اور کتنا حسیں ہو گا

ہم سب مِل جُل کر رہنے لگیں
اور اِک دوجے سے پیار کریں
تو وطن ہمارا کتنا بڑا اور کتنا حسیں ہو گا

(ارشد محمود)

ایک دو تین
ساری دنیا سے اچھی میرے دیس کی زمین
دو تین چار
آؤ گلیوں میں گھُومیں کیسی آئی ہے بہار
تین چار پانچ
مانگیں مِل کے دُعا آئے دیس پہ نہ آنچ
چار پانچ چھ
رہتی دنیا تلک اُونچا جھنڈا رہے
پانچ چھ سات
اپنا نہیں جواب اپنی ہے کیا بات
چھ سات آٹھ
اپنی ہے کیسی شان اپنے ہیں کیسے ٹھاٹھ
سات آٹھ نو
اپنے پیارے شہر ہیں اور اپنے پیارے گاؤں
آٹھ نو دس
میرے دیس میں بہار رہے لاکھوں برس

(بشیر منظر)

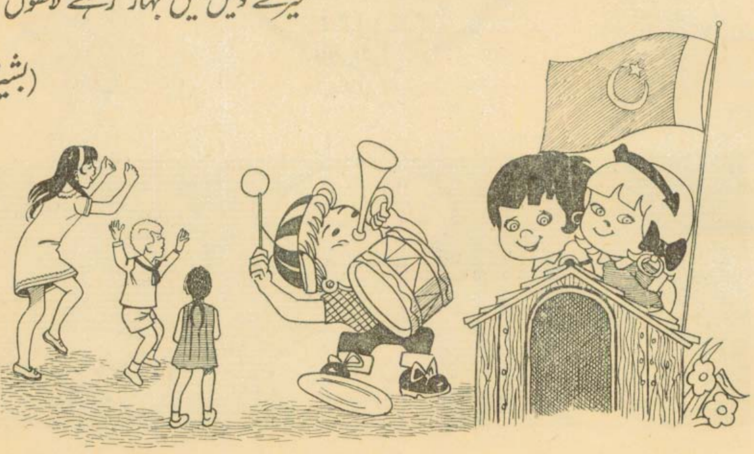

قالین کی صفائی میں سب سے اعلیٰ

ٹپ ٹاپ

ڈرائی کلینرز

فون :- ۴۱۴۴۶۴

۴۳۷۱۴۳

علامہ اقبال روڈ

پی ای سی ایچ ایس

حسن اپارٹمنٹس
۴۴۰۷۴۰

ناظم آباد
۶۱۳۸۱۶

کلفٹن
۵۳۰۳۶۹

ڈیفنس سوسائٹی
۵۴۲۱۶۳

پھول شہزادی

ساحرہ انور

ایک گھنے جنگل میں ایک خوبصورت جھیل کے کنارے چھوٹے چھوٹے بہت سے گلاب کے پودے لگے ہوئے تھے۔ ان پودوں میں لال، پیلے، گلابی پھول کھلتے تھے لیکن ان پودوں میں ایک ایسا بھی پودا تھا جس پر سنہرا گلاب کھلا کرتا تھا اس گلاب کی شکل بھی دوسرے پھولوں سے کچھ مختلف تھی۔ یعنی کٹورے جیسی تھی اور یہ گلاب سائز میں بھی اور پھولوں سے بڑا تھا۔ اس گلاب کی پتیوں سے سنہرے رنگ کی روشنی نکلتی تھی اور جب یہ روشنی جھیل کے شفاف پانی پر پڑتی تو جھیل کا پانی بھی سنہرا ہو جاتا۔

یہ خوبصورت اور انوکھا گلاب دراصل "پھول شہزادی" کا محل تھا۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ اس کا قد ہماری چھوٹی انگلی سے بھی بہت چھوٹا تھا وہ پھول کی ایک پتی پر سو جاتی، اس کے بہت لمبے لمبے سنہری بال تھے اور بہت خوبصورت بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔ پھول شہزادی تتلی کے پروں پر بیٹھ کر مختلف پھولوں کی سیر کرتی۔ گلاب کی پتی پر بیٹھ کر وہ جھیل کے پانی میں دور تک نکل جاتی پھول شہزادی کو اپنے اس علاقے سے بہت محبت تھی، رات کو چاند پھول شہزادی کو اچھی اچھی کہانیاں سناتا اور ہوا پھول شہزادی کو لوری دے کر سلاتی تھی۔ غرض پھول شہزادی کی دوستی نہ صرف پھولوں سے تھی بلکہ چاند، ہوا، بادل یہ سب بھی پھول شہزادی کے گہرے دوست تھے۔

ایک دن پھول شہزادی اپنے سنہرے محل میں بالکل تنہا بیٹھی تھی کہ اُس کی نظر اُس اونچے اور گھنے پیڑ پر پڑی جس کی بہت ہی اونچی ٹہنی پر ایک چڑیا کا گھونسلا تھا۔ پھول شہزادی کے دل میں ایک دم یہ خیال آیا کہ کاش وہ اس گھونسلے کو اندر سے دیکھ سکتی لیکن یہ اس کے اختیار میں نہیں تھا کیونکہ ایک تو وہ پیڑ بہت ہی اونچا تھا دوسرے وہ گھونسلا اُس پیڑ کی ایک

اونچی ٹہنی پر بنا ہوا تھا۔ پھول شہزادی یہ سوچ کر اداس ہوگئی۔رات کو چاند نے اسے کتنی ہی مزے مزے کی کہانیاں سنائیں مگر اُسے اچھی نہیں لگیں، ہوا نے اُسے کتنی ہی لوریاں سنا دیں لیکن وہ سو نہ سکی کیونکہ اس کا دھیان ابھی تک اُس اُونچی ٹہنی پر بنے گھونسلے کی طرف تھا۔

اسی طرح ساری رات گزر گئی صبح ہوئی تو پھول شہزادی کی نظر پھر پیڑ پر پڑی پھول شہزادی نے دیکھا کہ اُس خوبصورت گھونسلے سے ایک بہت ہی پیاری رنگ برنگی چڑیا نکلی اب تو پھول شہزادی بہت ہی بے چین ہوگئی اور اس کا تجسّس اور بھی بڑھ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ رنگ برنگی سی چڑیا پھُر سے اڑ گئی۔ اور پھول شہزادی کی نظر کے سامنے صرف گھونسلا رہ گیا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا پھول شہزادی کا شوق بڑھتا گیا اب پھول شہزادی کوئی تدبیر سوچنے لگی کہ وہ گھونسلے تک پہنچ سکے۔ اتنے پیارے پیارے خوبصورت گلاب بھی اُسے اچھے نہیں لگنے لگے۔جھیل کے سنہرے پانی میں بھی پھول شہزادی نے پتی کی کشتی بنا کر سیر کرنا چھوڑ دیا۔ اسے ساری چیزیں بہت ہی عام اور غیر معمولی لگنے لگیں لیکن اونچے پیڑ پر بنا اُس رنگ برنگی خوبصورت چڑیا کا گھونسلا اُسے بہت اچھا اور بہت ہی پرکشش لگنے لگا۔

اس کی یہ اداسی دیکھ کر پھول اور جھیل کے پانی نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اُسکی دوست تتلی سے سب کچھ کہیں گے اور تتلی پھول شہزادی سے اِس اداسی کا سبب معلوم کرے گی۔آخر پھول اور جھیل کے سنہری پانی نے مل کر تتلی کو شہزادی کی تمام کیفیت بتائی اور پھر تتلی نے پھول شہزادی سے اداسی کی وجہ پوچھی تو پھول شہزادی نے اسے ساری بات بتا دی تتلی نے پھول شہزادی کو سمجھایا کہ اپنا دیس اپنا علاقہ ہی بہت خوبصورت ہوتا ہے لیکن پھول شہزادی نے تتلی سے کہا کہ اگر تم ایک مرتبہ مجھے اُس گھونسلے تک پہنچا دو تو میں کبھی ضد نہیں کروں گی۔ تتلی نے پھول شہزادی سے وعدہ لیا پھر اپنے خوبصورت پروں پر پھول شہزادی کو بٹھا کر گھونسلے کی طرف اڑنے لگی۔

پھول شہزادی تتلی کے پروں پر بیٹھ کر بہت خوش ہوئی۔ آخر کار تتلی نے پھول شہزادی کو اُس ٹہنی پر اتار دیا جس پر وہ گھونسلا بنا ہوا تھا۔ اور واپس آگئی۔شہزادی خود کو گھونسلے کے اتنے قریب پاکر بے حد خوش تھی، وہ آہستہ آہستہ گھونسلے کی طرف بڑھی۔ پھول شہزادی نے جیسے ہی گھونسلے کے اندر جھانکا تو اُسے دو بڑے بڑے سفید رنگ کے موتی نظر آئے جو کہ اس رنگ برنگی

ننھی چڑیا کے انڈے تھے۔ شہزادی جھٹ سے گھونسلے کے اندر چلی گئی۔ وہ بہت ہی خوش تھی اُسے سوکھی گھاس پھوس سے بنا یہ گھونسلا اپنے خوبصورت سنہرے گلاب سے بھی اچھا لگ رہا تھا۔ لیکن جب ایک سوکھی گھاس کا تنکا اُس کی چھوٹی سی انگلی میں چبھا تو اسے احساس ہوا کہ اُس کا محل تو بہت نرم اور آرام دہ ہے۔ یہ خیال آتے ہی پھول شہزادی کے دل میں اپنی سنہری جھیل اور رنگ برنگے پھولوں سے محبت دوبارہ پیدا ہوگئی۔ ابھی وہ ان ہی خیالوں میں گم تھی کہ اسے ایک عجیب سی آواز آنے لگی، وہ چونکی۔

اُس نے آواز کو بہت ہی غور سے سنا لیکن اُس کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ یہ آواز کس کی ہے۔ پھول شہزادی کو ڈر لگنے لگا اور آواز قریب آنے لگی۔ کچھ ہی دیر میں ایک سانپ نے گھونسلے میں منہ ڈالا پھول شہزادی کی تو چیخ ہی نکل گئی۔ لیکن چند لمحوں بعد ہی وہ سانپ واپس چلا گیا۔ اور رنگ برنگی چڑیا گھونسلے میں آگئی۔ شہزادی کو گھونسلے میں دیکھ کر چڑیا بہت حیران ہوئی شہزادی نے پوری بات چڑیا کو بتادی اور سانپ کے بارے میں پوچھا چڑیا نے بتایا کہ یہ سانپ اُس کے انڈے کھانے آیا تھا لیکن مجھے آتا دیکھ کر واپس چلا گیا ورنہ یہ انڈوں کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی کھالیتا۔

چڑیا نے پھول شہزادی کو اپنے دل کی بات بتائی کہ اُسے پھول شہزادی کا محل بہت پسند ہے اور وہ روز صبح سویرے اپنے گھونسلے سے پھول شہزادی کے محل کو دیکھتی ہے۔ لیکن کبھی بھی اُس نے پھول شہزادی کے محل میں رہنے کی خواہش نہیں کی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو اُن کی ضرورت کے مطابق رہن سہن کے طریقے بخشے ہیں۔ اور چڑیا نے پھول شہزادی کو یہ بھی بتایا کہ اُسے اپنا گھاس پھوس کا گھونسلہ بھی اُس کے محل جیسا لگتا ہے۔ کسی کی چیزوں کو دیکھ کر اپنی چیزوں سے محبت کرنا نہیں چھوڑنا چاہیے اور نہ ہی ایسی خواہش کرنی چاہیے ورنہ ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔ پھول شہزادی نے چڑیا کی بات سن کر اُس سے معذرت کی اور دل میں خوب شرمندہ ہوئی اور اس رنگ برنگی چڑیا کے پروں پر بیٹھ کر اپنے سنہری گلاب میں واپس آگئی۔

اب وہ بہت خوش تھی جھیل کا سنہرا پانی اُسے اچھی اچھی نظمیں سناتا وہ پھولوں سے خوب کھیلتی اور رات کو چاند کی کہانیاں بہت شوق سے سنتی اور میٹھی نیند سوتی۔ لیکن کبھی کبھی اس کی نظر جب گھونسلے پر پڑتی تو وہ اُس ننھی چڑیا کو خوش ہوکر دیکھتی اور سوچتی کہ جیسے میرا محل یہ سنہرا گلاب ہے اسی طرح ننھی چڑیا کا محل وہ گھاس پھوس کا گھونسلا ہے۔

آپ کی کامیابی
ہماری سَربلندی ہے
مسلم کمرشل بینک میں ہم کامیاب کرم فرماؤں کو اپنا
سب سے بڑا اثاثہ سمجھتے ہیں۔ آپ کی کامیابی کے سفر
میں ہماری سہولتیں، خدمات اور مشورے شریک
سفر ہیں۔
آپ چاہے کاروبار سے وابستہ ہوں یا زراعت سے، یا
ہمارے معزز سیونگ اکاؤنٹ ہولڈر ہوں، آپ کی
کامیابی ہماری خدمت کا پیمانہ ہے۔ اور ہم اس پر نازاں ہیں۔
مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ

سیٹ بنائیں

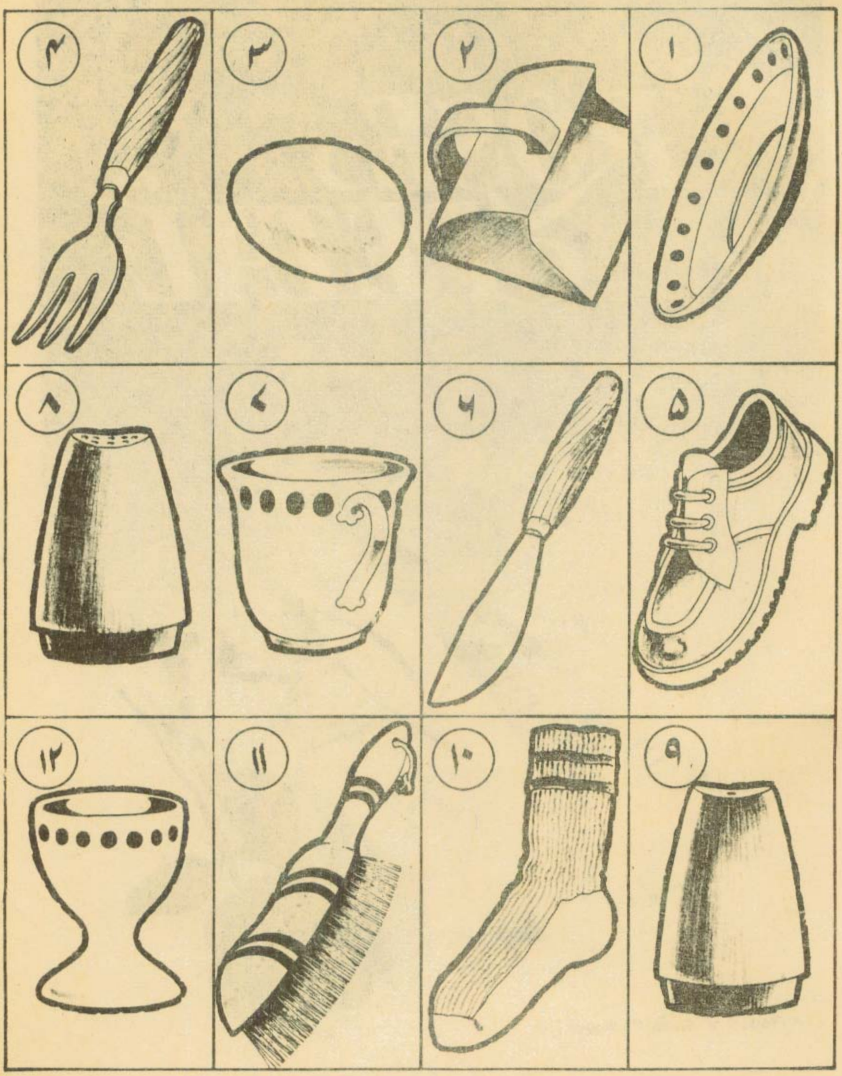

دو چیزوں کا ایک سیٹ ہے۔ ۱۲ اشیاء کو غور سے دیکھیں اور بتائیں کونسی چیز کس کے ساتھ مل کر ایک مکمل سیٹ بناتی ہے۔

ROSE PETAL®
The Big Soft Tissues
ROSE PETAL
A Product of P Packages Ltd.

آلو کو آیا تاؤ

عاطب صدیقی

اے موٹے آلو! یہ تو بتاؤ
کیا ہے تمہارا منڈی میں بھاؤ
کتنے کے کتنے ملتے ہو یعنی
پیمانہ اپنا ہم کو جتاؤ
گن گن کے لیتے ہیں لوگ تم کو
یا 'سنٹی میٹر' میں ناپے جاؤ
یا پھر لِٹر میں لگتی ہے قیمت
یا بیچے جاؤ تم پاؤ پاؤ
مجھ پہ مصیبت باجی نے ڈالی
'منّو کے بچّے، تم آلو لاؤ'

تم ہی بتاؤ کیسے خریدوں
اے موٹے آلو جلدی بتاؤ

اے موٹے منّو! گولو مٹولو
جاؤ سڑک پر سیٹی بجاؤ
لالہ، لَلا لا، لالہ لَلا لا
لالہ لَلا لہ بس گائے جاؤ
پتھر اچھالو، ڈنڈے سنبھالو
کتّوں کے لشکر، فر فر بھگاؤ
کچھ الٹے سیدھے کرتب دکھا کر
کچھ اونگی بونگی باتیں بناؤ
پڑھنا نہ آئے، لکھنا نہ آئے
کرنے چلے ہو تم بھاؤ تاؤ

اے موٹے منّو! پیمانے سیکھو
مجھ سے نہ الجھو، بس جاؤ جاؤ

ناموں کا سفر

پروفیسر لطیف اے نعمان

مختلف شہروں، مقامات اور علاقوں کے نام کے پیچھے بعض بہت ہی دلچسپ کہانیاں چھپی ہوئی ہیں۔ بعض مقامات کے نام ایسی زبانوں سے بنے ہیں جن سے آج ہم واقف بھی نہیں اور کچھ نام تو ایسے ہیں جو زمانہ قدیم کی محدود معلومات کی وجہ سے رائج ہوئے اور آج تک رائج ہیں۔ مثال کے طور پر میڈی ٹیرین سی جسے ہم اُردو میں بحیرہ روم کے نام سے پہچانتے ہیں۔ میڈی ٹیرین کے معنیٰ ہیں زمیں کے درمیان۔ اس سمندر کا نام ان دِنوں رکھا گیا جب یورپ کے لوگ اپنی دنیا کو یورپ اور شمالی افریقہ کے ساحل تک محدود سمجھتے تھے۔ اس لئے یہ دو زمینوں کے درمیان سمندر یعنی میڈی ٹیرین سی کہلایا اور آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ ہم اُردو میں اسے بحیرہ روم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اٹلی کے قریب واقع ہے۔ مسلمان اٹلی کو سلطنت رُوما یا اس کے بڑے شہر روم کے نام سے جانتے ہیں۔ اس لئے میڈی ٹیرین سی کو بحیرہ روم کہتے ہیں۔ اسی طرح بحرالکاہل جو مشرق میں واقع ہے، یہ بہت بڑا سمندر ہے۔ جو جاپان، فلپائن اور آسٹریلیا سے امریکہ کے مغربی ساحل تک پھیلا ہوا ہے۔ ملاحوں کے تجربے کی روشنی میں یہ سمندر بڑا پرامن یا صلح جو قسم کا ہے اس لئے انگریزی میں اسے پیسفک اوشن کہا گیا۔ اس کی لہریں سُست رو اور مدوجزر کم ہیں۔ اس لئے اردو میں ہم نے اسے بحرِ الکاہل کہا یعنی کاہل سمندر۔ اب ذرا دنیا کے نقشے پر نظر ڈالئے تو آپ کو سعودی عرب کے نیچے بحیرہ احمر پر ایک ملک نظر آئے گا جس کا سرکاری نام ایتھوپیا ہے۔ اس ملک کا پرانا نام ایبی سینیا ہے یہ قدیم نام عربی زبان کے لفظ حبش سے لیا گیا ہے۔ حبش کے معنیٰ ہیں مِلا جلا۔ اس طرح حبش یا حبشہ ملی جلی نسلوں کا ملک کہلایا۔ آپ نے اسلام کی ابتدائی تاریخ میں اس

ملک کا نام پڑھا ہوگا۔ ایتھوپیا یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ "جلے ہوئے چہرے" ہیں اس ملک کے سیاہ فام باشندوں کو یونانی اسی نام سے پہچانتے تھے۔ اس لئے ملک کا نام ایتھوپیا پڑ گیا۔

اس ملک کے بادشاہ نجاشی نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی تھی۔ امریکہ کی ایک ریاست الاسکا کا نام تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ الاسکا امریکہ کے قدیم باشندوں کی زبان کے مطابق الاسکا کے معنیٰ ہیں بڑا علاقہ۔ یا بڑا ملک۔ امریکہ نے جب روس سے یہ علاقہ خریدا تو اسکا نام بدلنے پر غور ہوا۔ کسی نے کہا اس کا نام والرشیا رکھا جائے کیوں کہ یہاں بڑے کو امریکی سائبیریا کہا جائے۔ روس میں سائبیریا کے نام سے ایک بڑا اور بہت ہی سرد علاقہ موجود ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے دنیا کا آخری سرا قرار دیتے ہوئے زیرو آئلینڈ یعنی جزیرہ صفر کہنا چاہا مگر پھر "الاسکا" ہی پر اتفاق ہوا۔

اب جزیرہ صفر کا ذکر ہوا تو الجزائر کا نام یاد آتا ہے۔ یہ شمالی افریقہ کا مسلم ملک ہے اس کے ساحل پر واقع جزیروں کی وجہ سے یہ الجزائر کہلایا اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ الحمرا کا نام تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ اسپین پر اپنے دور حکومت میں مسلمان حکمرانوں نے یہ خوبصورت محل تعمیر کرایا تھا۔ یہ محل اپنے سرخ اینٹوں والی دیواروں کی وجہ سے الحمرا یعنی سرخ رنگ والا کہلایا۔ حمرہ عربی زبان میں سرخ کو کہتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم ؐ اپنی سب سے چہیتی بیوی حضرت عائشہ کو حمیرہ بھی کہا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ کے بال سرخ تھے۔ اسی لئے حمیرہ کہلاتی تھیں۔ اور ہلال احمر یعنی سرخ ہلال سے آپ واقف ہی ہوں گے۔ سعودی عربیہ کے نام میں سعودی تو اس خاندان سے لیا گیا ہے۔ جو اس ملک پر حکمران ہے۔ لیکن قدیم سامی زبان میں عربیہ کے معنی ریگستان ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس علاقے میں سامی نسل کے لوگ آباد تھے۔

جنوبی امریکہ کا ایک ملک ارجنٹائن ہے اس کا نام لاطینی زبان کے لفظ ارجنٹم سے بنا ہے۔ ارجنٹم کے معنیٰ "چاندی" ہیں۔ اس علاقے سے یورپی ملاح، مہم جو اور قزاق چاندی لے جاتے تھے۔

اب اپنے ایشیا کی طرف آیئے۔ یہ آپ جانتے ہیں ایشیا ایک براعظم ہے یعنی زمین

کا بہت بڑا ٹکڑا۔ یہ جاپان سے ترکی کے شہر استنبول تک پھیلا ہوا ہے۔ ایشیا میں سورج سب سے پہلے طلوع ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہاں سب سے پہلے صبح ہوتی ہے۔ ہندوستان کی قدیم زبان سنسکرت میں صبح کے لئے "اوشا" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ہندو عقیدے کے مطابق "اوشا" صبح کی دیوی کا نام ہے۔ اسی وجہ سے سب سے پہلے سورج کی روشنی دیکھنے والا یہ براعظم ایشیا کہلایا۔

یورپ کا جنوب مشرقی علاقہ جو ترکی کے قریب واقع ہے "بلقان" کہلاتا تھا یہ نام ترکی زبان کے لفظ بلخ سے بنا بلخ کے معنی ہیں اونچی سطح۔ پہاڑی علاقہ۔ وسط ایشیا میں ایک شہر بلخ کے نام سے بہت مشہور ہے۔ اسی شہر سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگ ہمارے ملک میں آباد ہیں اور اپنے نام کے آگے بلخی لکھتے ہیں یعنی بلخ کے رہنے والے یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ایشیا کا نام طلوع آفتاب یعنی اوشا سے لیا گیا ہے۔ اسی طرح یورپ کا نام قدیم آشوری زبان کے لفظ "ارب" سے بنا ہے۔ وادی دجلہ وفاران میں آباد آشوری لوگوں کی زبان میں ارب کے معنی سورج ڈوبنے والی زمین یعنی مغرب کا علاقہ ہے۔ ایشیا سورج نکلنے والی زمین یعنی مشرق ہے اور یورپ سورج ڈوبنے والی زمین یعنی مغرب ہے

ہمارے دوست ملک چین کا ایک جزیرہ ہے فارموسا اس پر پرتگالیوں کی نظر پڑی تو انہیں یہ جزیرہ بہت خوبصورت نظر آیا۔ انہوں نے اسے فارموسا کہا۔ پرتگالی زبان میں فارموسا کے معنی حسین اور خوبصورت ہیں۔ اسی طرح فلسطین کی بندرگاہ "جافہ" کے معنی بھی خوبصورت نکلتے ہیں۔ یہ قدیم سامی زبان کے لفظ "یافو" سے لیا گیا ہے۔ یافو کے معنی ہیں حسین، خوبصورت۔

یہ تو آپ جانتے ہوں گے کہ فلسطین کا شہر یروشلم جسے ہم بیت المقدس بھی کہتے ہیں دنیا کا ایک قدیم ترین شہر ہے۔ یروشلم بابل کی قدیم زبان میں یوروسلیم "یعنی امن کا شہر کہلاتا تھا۔ یہی "یوروسلیم" اب یروشلم ہے۔

بچپن میں ہم سے کسی نے کہا تھا کہ لاطینی امریکا جسے ہم جنوبی امریکہ بھی کہتے ہیں) کا ملک چلی ہمارے شیخ چلی نے آباد کیا تھا۔ مگر ہم نے اس بات پر یقین نہیں کیا تھا کیوں کہ شیخ چلی تو ایک فرضی کردار ہے۔

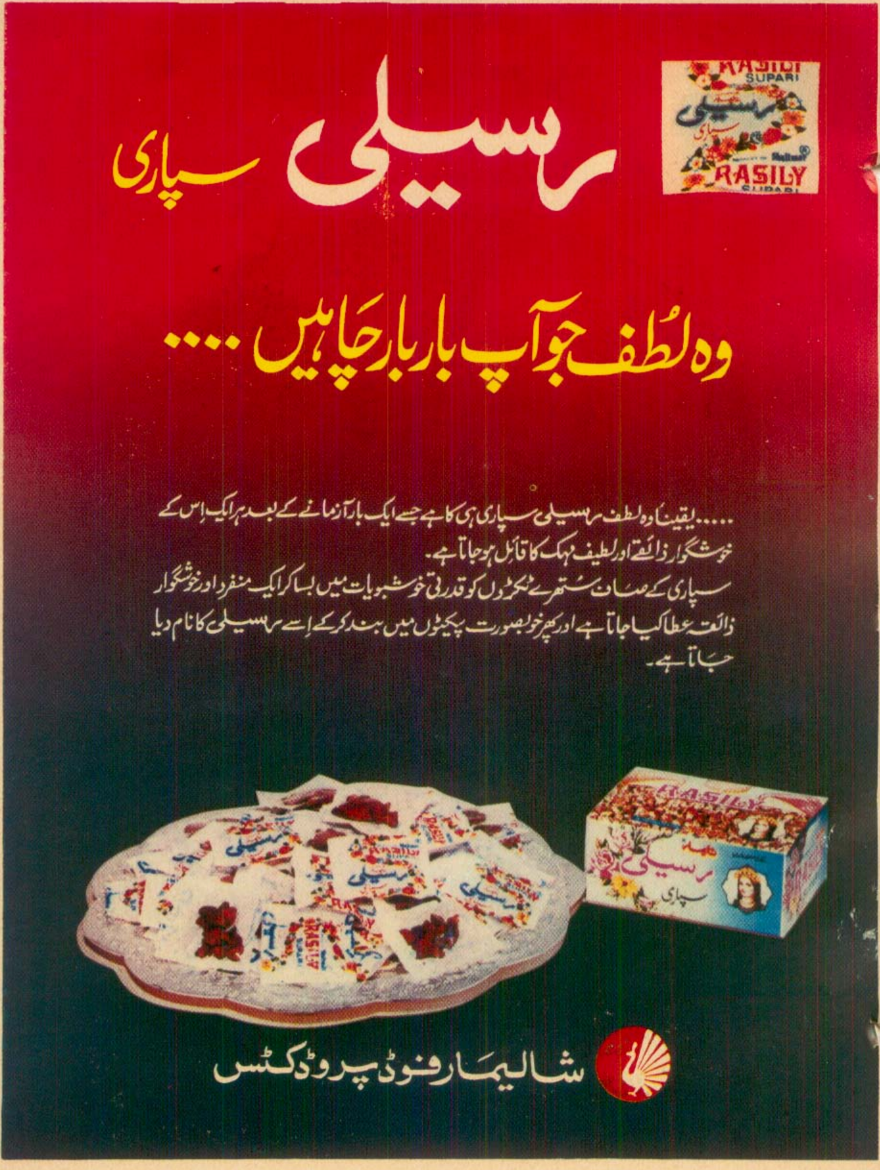
رسیلی سپاری
RASILY SUPARI
وہ لطف جو آپ بار بار چاہیں ....
..... یقیناً وہ لطف رسیلی سپاری ہی کا ہے جسے ایک بار آزمانے کے بعد ہر ایک اِس کے خوشگوار ذائقے اور لطیف مہک کا قائل ہو جاتا ہے۔
سپاری کے صاف ستھرے ٹکڑوں کو قدرتی خوشبویات میں بسا کر ایک منفرد اور خوشگوار ذائقہ عطا کیا جاتا ہے اور پھر خوبصورت پیکٹوں میں بند کر کے اِسے رسیلی کا نام دیا جاتا ہے۔
شالیمار فوڈ پروڈکٹس

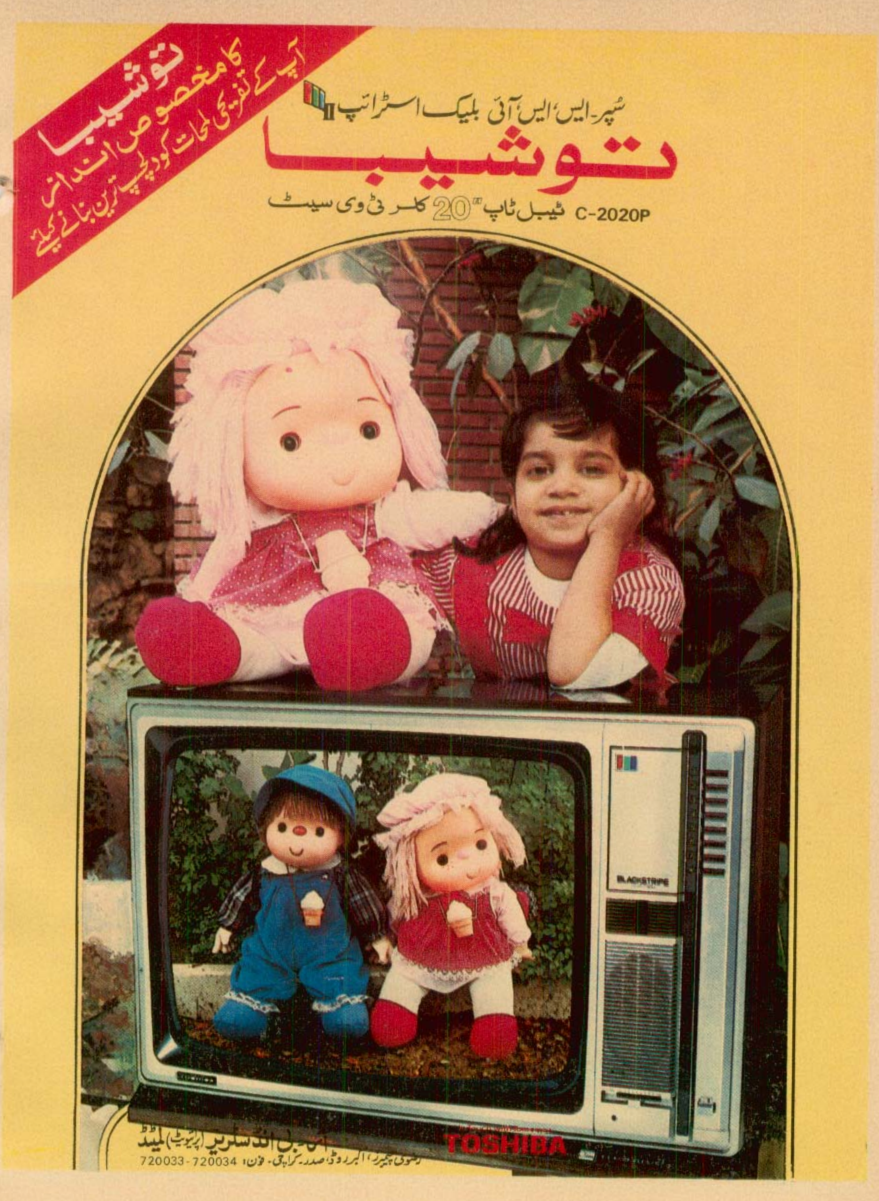

توشیبا
کا مخصوص انداز
آپ کے تفریحی لمحات کو دلچسپ ترین بنانے کیلئے
سُپر۔ایس، ایس، آئی بلیک اسٹرائپ
توشیبا
C-2020P ٹیبل ٹاپ 20" کلر ٹی وی سیٹ
BLACKSTRIPE
TOSHIBA
انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
رضوی چیمبرز، البرٹ روڈ، صدر۔ کراچی۔ فون: 720033-720034

دوستی کا گُر

ذیشان بن صفدر

ارسلان اپنی کلاس کا بہت اچھا طالبعلم تھا وہ بڑی توجہ سے اپنے اساتذہ کی باتیں سنتا اور جو کچھ وہ پڑھاتے انہیں دھیان سے سمجھتا۔ ہمیشہ ہوم ورک کر کے لاتا۔ اور کبھی اپنی کلاس سے غیر حاضر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ کلاس کی سب ہی ٹیچریں اور اساتذہ اکثر طلبہ و طالبات کو اس کی مثال دیا کرتے اور خود بھی اُسے عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھتے۔ مگر ان سب خوبیوں کے باوجود نجانے کیا بات تھی کہ اتنی بڑی کلاس میں وہ ہمیشہ خود کو بالکل تنہا محسوس کرتا۔ اس کا کوئی دوست نہیں تھا وہ خود بھی کسی دوست نہ ہونے کی کمی کو بڑی شدت سے محسوس کرتا.

ایک دِن صبح ناشتہ کرتے ہوئے اس نے اپنی امی سے سوال کیا، امی، امی میرا کوئی دوست

کیوں، نہیں ہے۔ سب کے دوست ہیں۔ انور کے کئی دوست ہیں اور سعید کے بھی۔ کلاس میں بھی میں اکیلا ہی رہتا ہوں، ہاف ٹائم میں سب گروپ بنا کر کھاتے پیتے ہیں، ہنسی مذاق کرتے ہیں، کھیلتے کودتے ہیں۔ مگر مجھ سے کوئی بھی نہیں مذاق کرتا ہے نہ بات چیت اور نہ ہی کوئی کسی کھیل میں شرکت کے لئے دعوت دیتا ہے۔ اس کی امی نے ساری تقریر سن کر جواب دیتے ہوئے کہا کہ بیٹے...... یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ میں تمہیں سمجھا سکوں کہ تمہارے ساتھ لڑکے یہ سلوک کیوں کرتے ہیں۔ میں رات کو سمجھا دوں گی تم یاد دلا دینا......ارسلان جھنجھلا کر رہ گیا۔ اُس نے نہایت بے دلی سے ناشتہ پورا کیا اکتائے ہوئے انداز میں بستہ لے کر سائیکل اٹھائی اور اسکول کے لئے روانہ ہو گیا۔

وہ اسکول پہنچا۔ ابھی اسمبلی کا وقت نہیں ہوا تھا جو طلبہ پہلے آ گئے تھے وہ ایک دوسرے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ طالبات بھی اپنی اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں چہلیں کر رہی تھیں۔ وہ کلاس میں داخل ہوا مگر کسی نے بھی اس کی آمد کا نوٹس نہیں لیا۔ وہ اور بھی کڑھ کر رہ گیا۔

اسمبلی کا وقت ہو گیا، گھنٹی بجی سب میدان میں جمع ہو گئے وہ بھی اپنی کلاس کے ساتھ قطار میں چل کر شریک ہو گیا۔ پھر پڑھائی کا وقت ہوا تو ٹیچرس اپنے اپنے پیریڈ کے وقت میں آ کر اپنا اپنا سبجیکٹ پڑھانے لگے۔ چوتھے پیریڈ کے بعد ہاف ٹائم کی گھنٹی بجی۔ سب ساتھی ہنستے مسکراتے باہر نکلنے لگے۔ حنیف مصطفیٰ کو بڑے پیار اور اپنائیت سے کھینچتا ہوا کینٹین لے گیا۔ اختر، احسن، اشعر، حمید گیند کھیلنے چلے گئے، یاسمین، فوزیہ، ناہید، الماس اپنا گروپ بنا کر دنیا جہان کی باتیں کرنے لگیں۔ الغرض ہر کوئی کسی نہ کسی کے ساتھ ہاف ٹائم کا لطف لے رہا تھا سوائے اس کے......اسی وقت مس مسرت اس کی کلاس کے سامنے سے رجسٹر لئے ہوئے گذریں سارے اسکول میں صرف مس مسرت کا اخلاق اور ان کے پڑھانے کا انداز بہت پسند تھا۔ ان کے لبوں پر ہر وقت ایک دلآویز قسم کی مسکراہٹ سجی رہتی تھی...... وہ ہمت کر کے اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے ان کے قریب پہنچ کر بولا۔ سنیئے مس... وہ فوراً رُک گئیں، کہیئے ارسلان کیا بات ہے...... مس، سب کے دوست ہیں، میرا کوئی دوست نہیں ہے آخر کوئی میرا دوست بنا کیوں پسند نہیں کرتا...... مس مسرت نے اس کی بات بڑی توجہ

سے سُن کر کہا۔ ارسلان میاں آپ کا سوال بظاہر جتنا آسان ہے جواب اُتنا ہی مشکل ...... آپ ایسا کریں کے چھٹی ہونے کے بعد میرے گھر چلے آئیں میں آپ کو آرام سے سمجھا دوں گی اب تو وقت بھی نہیں رہا۔ ہاف ٹائم کا وقفہ ختم ہونے والا ہے۔ میں کلاس بھی لوں گی یہ کہہ کر وہ چلی گئیں۔ ارسلان، سر جھکائے بے دِلی کے ساتھ اپنی جگہ واپس آن کر بیٹھ گیا۔

وقفہ ختم ہونے کی گھنٹی بجی سب ساتھی ہنستے مسکراتے روشن چہروں کے ساتھ اپنی، اپنی جگہ آن کر بیٹھ گئے فوراً ہی مس شہناز بھی رجسٹر سنبھالے کلاس لینے پہنچ گئی۔ وہ بھی اپنے سبق میں محو ہو گیا مس شہناز کے بعد صدیقی اور جعفری صاحب کے پیریڈ تھے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھی ختم ہو گئے۔ آخری پیریڈ مس ناہید کو لینا تھا۔ جیسی وہ خود خشک مزاج تھیں ویسا ہی خشک انہیں مضمون بھی مِلا تھا اُسے میتھیمٹکس ذاتی طور پر بے حد پسند تھی۔ اتفاق کی بات کہ آج مس ناہید کسی وجہ سے اسکول نہیں آئی تھیں۔ اس لیے ان کی جگہ مس گلناز کی ڈیوٹی مقرر ہوئی تھی۔ مس گلناز کو حالانکہ ابھی اسکول میں جاب ملے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا مگر وہ بہت جلد اپنی خوش اخلاقی ملنساری، ذہانت اور پڑھانے کے دلچسپ انداز کی وجہ سے سارے اسکول میں مقبول ہو گئی تھیں۔ شہرت اور مقبولیت میں مس مسرت کے بعد ان کا ہی نمبر تھا۔ وہ ارسلان کی کلاس پہلی بار لے رہی تھیں انہوں نے کچھ اس طرح دلچسپی سے حساب کے فارمولے سمجھائے کہ سب آسانی سے سمجھ گئے اور چھٹی کا گھنٹہ بجنے کا بھی کسی کو احساس نہ ہوا......

ارسلان نے اپنی سائیکل اٹھائی اور جلدی سے گھر پہنچ کر کھانے سے فارغ ہوا۔ پھر مس مسرت کے گھر جا پہنچا۔ وہ دوست بنانے کا گُر جلد از جلد معلوم کر لینا چاہتا تھا۔ دستک دے کر وہ اندر داخل ہوا تو مس مسرت الماری میں اپنی کتابیں سلیقے سے جما کر رکھ رہی تھیں۔ اُسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولیں۔ آیئے ارسلان میاں آگئے آپ، اب کہئے کیا پرابلم ہے آپ کا...

وہ بولا مس آپ کام کر لیں اطمینان سے پھر بتاؤں گا ارسلان یہاں کام تو زندگی کے ساتھ ہیں۔ وہ کہاں ختم ہوتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے کپڑوں پر استری کرنی ہے صبح امی نے دھو کر رکھ دیئے تھے۔ اب میرا کام ہے کہ میں استری کر دوں، اس کے بعد مجھے ایک نمبر پر بجلی اور گیس کے بل بھی جمع کرنے جانا ہے واپسی پر رات کے کھانے کی تیاری میں امی کا ہاتھ بٹاؤں گی انہوں نے شام تک کا پروگرام

بتاتے ہوئے اُس سے کہا۔
ارسلان نے لمحہ بھر توقف کر کے کہا، مِس میرے محلے اور کلاس میں کہیں بھی کوئی میرا دوست نہیں ہے۔ آپ کو خود اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی، کبھی کسی مِس سے کسی کی کوئی شکایت نہیں کی کسی سے لڑتا بھی نہیں...... نہ ہی میں چھٹی کرنے کا عادی ہوں کلاس میں اگر تیز نہیں تو کسی سے پیچھے بھی نہیں ہوں...... پھر آخر کیا وجہ ہے کہ دوستی کے لئے کوئی مجھے پسند نہیں کرتا۔ دانش کا داخلہ حالانکہ ابھی مہینے بھر پہلے ہی ہوا ہے اس کی دوستی تو کلاس کے علاوہ اور دوسری جماعتوں کے بچوں سے بھی ہو گئی ہے..... کہہ کر خاموش ہو گیا۔
ارسلان میاں...... آپ نے یہ تو نوٹ کر لیا کہ دانش نے بہت کم عرصے میں بہت سارے دوست بنا لئے.... مگر آپ نے دانش کے طور طریقوں پر غور نہیں کیا۔ وہ سب بچے جن کے دوست ہیں اگر آپ ان کے معاملات پر غور و فکر کریں تو ایک ہی بات سامنے آئے گی وہ شرمیلے نہیں ہیں۔
وہ اپنے آپ ہی میں کھوئے کھوئے نہیں رہتے۔ اب آپ خود سوچئے، جس وقت آپ آئے میں مصروف تھی۔ اور میں نے آپ کو اپنی شام تک کی مصروفیت بتائی۔ اگر آپ مجھ سے یہ کہتے کہ لائیے مِس میں کپڑوں پر استری کر دوں، یا بجلی و گیس کے بل میں جمع کرا آتا ہوں تو میرے دل میں آپ کے لئے اچھے خیالات پیدا ہوتے، میرے خیال میں آپ کی ذات میں یہی ایک خامی یا کمی ہے کہ آپ میں دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے، تعاون کرنے کا جذبہ قطعی نہیں...... آپ اپنے ارد گرد دیکھیں، ایسی بہت سی مثالیں مل جائیں گی کہ جو لوگ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں، دوسروں کی ضروریات میں تعاون کرتے ہیں ان کو ہی زیادہ پسند کیا جاتا ہے.....
آپ نے خود ابھی دانش کا ذکر کیا۔ مجھے یاد آیا کہ دانش اپنے داخلے کے پہلے ہی دن دوستوں میں گھل مل گیا تھا۔ شاذیہ مقبول کی پنسل اس دن گم ہو گئی تھی۔ وہ پریشان تھی کہ کلاس ورک کیسے کرے دانش کے پاس دو پنسلیں تھیں اس نے فوراً اپنی ایک پنسل اُسے کام کرنے کے لئے دے دی۔
پھر مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ اس کی کاپیوں، کتابوں پر خوبصورت رنگین کورز چڑھے دیکھ کر بچوں نے اُس سے فرمائش کی کہ ایسے کورز انہیں بھی لا دیں اور دانش نے سب کو ہی ایک ایک، دو، دو کور لا دیئے۔ اس کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی ہے جب کہ تم سنجیدگی کا غلاف

چڑھائے رکھتے ہو۔

آپ دانش کے علاوہ میرے اور مس گلناز کے رویئے پر بھی غور کریں۔ میں تو خیر پرانی ٹیچر ہوں، مگر مس گلناز تو ابھی آئی ہیں اس کے باوجود سب انہیں پسند کرنے لگے۔ اب آپ کو اپنے مسئلے کا حل پوچھنا تھا۔ اگر میں وہیں اسکول ہی میں ٹال دیتی تو کیا آپ میرے متعلق پھر بھی اچھی رائے پر قائم رہتے۔ یقیناً نہیں..... بس یہی دوستی کے گُر ہیں انہی کو اپنائیں۔ عمل کریں اور پھر دیکھیں آپ کے گرد دوستوں کا ہجوم ہوتا ہے یا نہیں.... کہتے ہوئے مس مسرت نے اپنی بات ختم کی۔

ارسلان کے ذہن کا بوجھ ہلکا ہو چکا تھا وہ اچھی طرح دوست بنانے کے گُر کو سمجھ چکا تھا واقعی یہ خامیاں اس کی ذات میں موجود تھیں۔ وہ دھیرے سے بولا۔ مس آپ نے بہت اچھے طریقے سے وضاحت کر کے سمجھا دیا ہے انشاء اللہ اب آپ مجھے مختلف پائیں گی۔ کہہ کر وہ وہاں سے چلا آیا۔

اگلے دن وہ حسب دستور اپنی سائیکل پر اسکول کی طرف رواں دواں تھا کہ راستے میں اس کی نظر فیصل پر پڑی جو تیزی سے چلتا ہوا اسکول جا رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اتنی تیز چل کر تو کیا، یہ دوڑ کر بھی وقت پر اسکول نہیں پہنچ سکے گا۔ فوراً اس کے برابر میں لا کر سائیکل روکی اور اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی، اندھا کیا چاہے...... ؟ دو آنکھیں، فیصل پہلے تو ارسلان کی پیش کش پر حیران رہ گیا، مگر جب اس نے دوبارہ اپنی بات مسکرا کر دہرائی تو وہ پیچھے کیریر پر اچک کر بیٹھ گیا اسکول پہنچکر لیٹ ہونے سے بچ گیا۔

اُسی دن لنچ بریک کے وقت کی بات ہے۔ لڑکے گراؤنڈ میں کھیل رہے تھے۔ دوڑتے ہوئے اچانک سہیل سلپ ہو کر گر پڑا، اس کے گھٹنے میں سخت چوٹ آئی۔ ارسلان نے فوراً آگے بڑھ کر اُسے سہارا دیا اور اسکول کے فرسٹ ایڈ روم میں لے جا کر ابتدائی طبی امداد دلوائی پھر اُسے اپنی سائیکل پر اس کے گھر بھی چھوڑنے گیا۔ سہیل کی امی نے اس کے اس خلوص اور تعاون کی بہت تعریف کی، اسے کچھ دیر بیٹھنے کے لئے کہا اور شربت بھی پلایا۔ جب وہ دوبارہ اسکول واپس پہنچا تو کلاس کے کئی لڑکے اس کے گرد جمع ہو کر سہیل کے متعلق پوچھنے لگے۔

اُس دن کلاس میں اچانک انگلش کے ٹسٹ کا اعلان کر دیا گیا سب نے ٹسٹ کے لئے کاپیاں نکال لیں، مگر کئی طلبہ ایسے تھے جن کے پاس ٹسٹ کی کاپی نہیں تھی، کیونکہ یہ ٹسٹ قطعی غیر متوقع طور پر اچانک ہو رہا تھا۔ قریب بیٹھے ہوئے کئی طلبہ نے اپنے ساتھیوں کو اپنے پاس سے

ٹسٹ کاپی دی، محمود، ارسلان کے پاس بیٹھتا تھا اس کے پاس بھی کاپی نہیں تھی، ارسلان نے جھٹ اپنے بستے میں سے فاضل کاپی اس کے حوالے کر دی۔

دوپہر کو جب وہ گھر واپس پہنچا تو اُس نے دیکھا امی مسہری پر لیٹی ہوئی ہیں پتہ چلا کہ کچھ طبیعت خراب ہے۔ وہ بستہ رکھ کر یونیفارم تبدیل کر کے ان کے پاس آیا، حالت معلوم کی اور پوچھا، دوا کی ضرورت ہو تو لا دوں، ڈاکٹر افتخار کا کلینک تو ابھی کھلا ہو گا۔ ارسلان کی یہ بات سن کر اس کی امی حیران رہ گئیں۔۔ اور اس کی طرف حیرت سے دیکھنے لگیں۔ یہی ارسلان تھا جو پہلے دکھ، بیماری، تکلیف کسی بات کا احساس ہی نہیں کرتا تھا۔ وہ ان کی حیرت کو سمجھ گیا اور مسکراتے ہوئے ان کے گلے میں اپنی باہیں ڈال کر بولا.... امی..... میں نے دوستی کا راز پا لیا ہے..... مس مسرت نے مجھے بڑی نرمی اور پیار سے سمجھا دیا ہے کہ دوست کیسے بنتے ہیں اب میں پہلے والا ارسلان نہیں ہوں۔ یہ سنتے ہی اس کی امی اپنی تکلیف بھول گئیں اور خوشی سے بولیں یااللہ تیرا شکر ہے کہ ارسلان نے صحیح راستہ اختیار کر لیا۔

مہینے بھر بعد ارسلان کے گھر بہت سارے مہمان جمع تھے۔ بس میلے کا سا سماں تھا، یہ سب اس کے دوست تھے ان میں مس مسرت بھی شامل تھیں جو دروازے پر کھڑی اس کے دوستوں کا استقبال کر رہی تھیں۔

برطانیہ کے سابق وزیراعظم مسٹر لائیڈ جارج کا باپ موچی تھا اس کا باپ جوتے بنا کر ایک ریڑھے پر ڈالتا۔ اس کے آگے ایک گدھا جُتا ہوتا۔ لائیڈ جارج گدھے کو ہانکتے جاتا اور جوتے تاجروں کو دے آتا۔ اس کی ابتدائی زندگی کا یہی مشغلہ تھا۔ سیاست میں داخل ہوا تو اپنے ووٹروں کے سامنے تقریریں کرنے لگا ایک بار اپنے گاؤں کے میونسپل ہال میں تقریر کر رہا تھا۔ تقریر جب اپنے عروج پر پہنچی تو اچانک گیلری سے ایک شخص نے کہا۔

"مسٹر لائیڈ جارج وہ تمہارا ریڑھا اور گدھا کیا ہوا؟

لائیڈ جارج نے فوراً تقریر روکی اور جواب دیا "ریڑھا ٹوٹ پھوٹ گیا اور گدھا سامنے گیلری میں ہینگ رہا ہے۔"

ذہانت شرط ہے

چار خط اس طرح کھینچیے کہ تمام دائرے کٹ جائیں۔

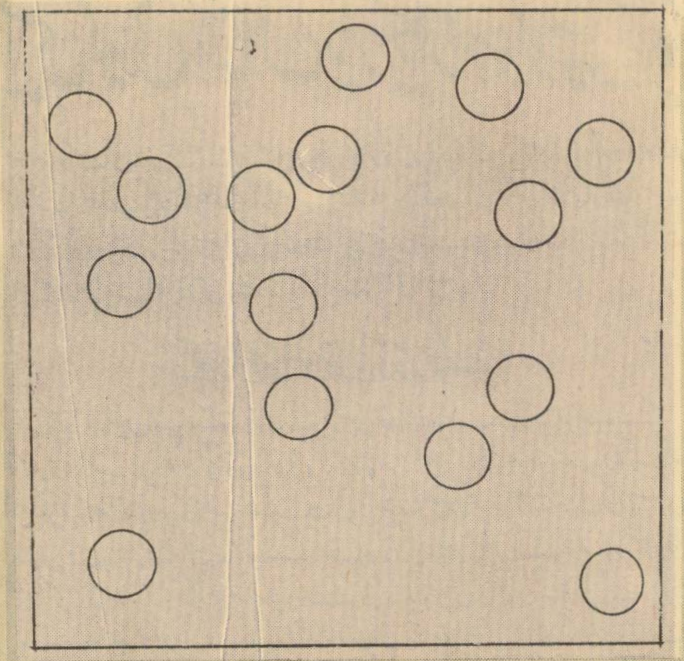

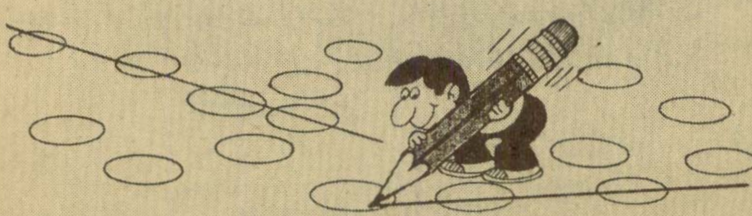

مَصنوعَات کی دُنیا میں

ایسی کوئی مِثال یا ریکارڈ ہو تو بتایئے؟

مصنوعات کی فروغ کے لئے خاص طور پر زور دیا جاتا ہے کہ ہماری پروڈکٹ نام لے کر طلب کیجیے۔ جبکہ ہمارا مشورہ بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ ہمارے مُفید و مؤثر ٹوتھ پاؤڈر کے نام اور فوائد سے بچّہ بچّہ واقف ہے۔ تو کیا خرید تے وقت اس کا نام لینا ضروری ہے؟ اِتنا کہنا کافی نہیں کہ

"مجھے اچھّا ٹوتھ پاؤڈر چاہئے"

غور کیجیے! ہمیں آپ کے انتخاب پر کس قدر بھروسہ ہے کہ ہم آپ کے آزمودہ و پسندیدہ "ٹوتھ پاؤڈر" کا نام "کمپنی کا نام" یہاں تک کہ "مونوگرام" ظاہر کئے بغیر مصنوعات کی دنیا میں خود اعتمادی کی پہلی مثال قائم کر رہے ہیں۔ آپ کے تعاون ہی سے ہمیں ایک ایسا ریکارڈ قائم کرنے کا موقعہ مِلا جو مصنوعات کی دنیا میں واحد مِثال ہے۔ یقیناً یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو خدا کے فضل و کرم سے اب تک کسی دوسرے پروڈکٹ کو نصیب نہیں ہوا۔

نوٹ: اپنا پسندیدہ ٹوتھ پاؤڈر خریدتے وقت اس کے لیبل کی فنشنگ خصوصاً مونوگرام وغیرہ چیک کر لیں۔ ہم شکر گذار ہوں گے اگر آپ جعلی و نقلی کی شِکایت بھیجتے وقت دکاندار کا مکمل پتہ بھی تحریر کریں تاکہ ہم قانونی کارروائی کر سکیں۔ شکریہ

MANUFACTURER OF WORLD'S BEST TOOTH POWDER
P.O. BOX: 2110, KARACHI-18

عقیل عباس جعفری

سکّے جمع کرنا

مشغلوں کی دنیا میں ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کے بعد جو مشغلہ سب سے زیادہ مقبول ہے، وہ ہے سکّے جمع کرنا —— آیئے آج ہم آپ کو اس مشغلے کے بارے میں بتاتے ہیں۔

سکّہ کی اختراع کا اعزاز ایشیائے کوچک (جسے آج کل ترکی کہتے ہیں۔) کے مقام لیڈیا کے رہنے والوں کو حاصل ہے۔ سکّہ کی موجودہ شکل ایجاد ہونے سے پہلے تجارتی لین دین کے لئے کوئی مشترکہ قدر نہیں تھی۔ اور بارٹر سسٹم، یعنی مال کے بدلے مال کا رواج عام تھا۔ مثلاً اگر کسی شخص کو شکار کا شوق ہے تو وہ زائد گوشت کے عوض کسی کپڑا بننے والے سے کپڑا حاصل کرسکتا تھا۔ کوئی جوتے بنانے والا شخص جوتوں کے ایک جوڑے کے بدلے میں روٹی حاصل کرلیتا تھا۔ مگر اس نظام میں بعض بڑی خرابیاں تھیں۔ اور وہ یہ کہ اگر ضرورت مند شخص کے پاس کوئی ایسی شے ہو، جو دوسرے شخص کو درکار ہو تو یہ نظام بیکار ہوجاتا تھا۔ بعض بڑی اشیا کے تبادلے میں بھی ایسے ہی مسائل درپیش ہوتے تھے۔

لین دین کے اس نظام کی انہی خامیوں کے باعث لوگوں نے کچھ ایسی اشیاء کا تعیّن کیا۔ جس کی کچھ قیمت بھی ہو۔ اور جسے ٹکڑوں میں بھی بانٹا جاسکے ہیں۔ ان میں مویشی، غلہ، برتن، جانوروں کی کھالیں اور اسی نوع کی دوسری اشیا شامل تھیں۔ کچھ اشیا کی کچھ معیاری قیمت بھی متعین کرلی گئی، مثلاً اس زمانے میں

شکار کرنے کے بیس چاقو، ایک بیل کے مساوی سمجھے جاتے تھے۔
کچھ عرصے بعد لوگوں نے دھات کے ٹکڑوں کو بطور سکہّ استعمال کرنا شروع کیا۔ ان دھاتوں میں بھی سونا اور چاندی زیادہ مقبول ہوئیں کیونکہ یہ وہ دھاتیں تھیں جو اگرچہ نایاب تو نہیں تھیں مگر لوگ انہیں قیمتی سمجھتے تھے اور بطور زیورات استعمال کرتے تھے۔ لوگ ان دھاتوں کے زیورات کو بھی بطور سکہّ استعمال کر لیتے تھے اور اس کے لئے ایک وزن کا تعین کر لیا گیا تھا۔ جو ایک بیل کی قیمت کے مساوی ہوتا تھا۔
جیساکہ ہم نے اوپر بتایا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے تقریباً ۷۰۰ سال پہلے لیڈیا کے بادشاہ GYGES نے دنیا کے سب سے پہلے سکےّ رائج کئے۔ یہ سکےّ سونا اور چاندی کے ایک مرکب ELECTRUM سے تیار کئے جاتے تھے۔ تقریباً اسی زمانے میں یونان کے ایک ساحلی جزیرے AEGINA میں چاندی کے سکوّں کا رواج شروع ہوا۔ اس کے بعد یہ ایجاد یورپ پہنچی اور متعدد دھاتوں اور ان کی بھرتوں، مثلاً سونا، چاندی، تانبہ، کانسی، المونیم، قلعی، پیتل اور پلاٹینیم کے بنے ہوئے سکے بازار میں چلنے لگے۔
کاغذ کے نوٹوں کا رواج اہل چین نے کیا۔ مارکوپولو، جس نے تیرہویں صدی عیسوی میں چین کا سفر کیا تھا، اپنے سفرنامہ میں ان نوٹوں کا احوال درج کیا ہے۔
مسلمانوں کی تاریخ میں عبدالملک بن مروان، پہلا بادشاہ تھا، جس نے ایک مرکزی ٹکسال قائم کی۔ جہاں سونے کے دینار اور چاندی کے درہم ڈھلنے شروع ہوئے۔ برصغیر میں سلطان محمد بن تغلق نے تانبے کے سکےّ جاری کیئے۔ لیکن اس کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔ کیونکہ جعلی سکوّں کی بھرمار ہوگئی۔ اور محمد بن تغلق کو تانبے کے سکےّ واپس لے کر چاندی کے سکےّ جاری کرنے پڑے۔

سکےّ جمع کرنا

سکوّں کے مطالعہ کے علم کو سائنسی اصطلاح میں NUMISMATICS کہا جاتا ہے۔ اور سکے جمع کرنے کے شائق کو NUMISMATIST کہتے ہیں۔ دراصل NUMISMA لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ جس کا مطلب ہے "سکہ"۔ بعض اوقات سکے جمع کرنے کو بھی NUMISMATICS ہی کہا جاتا ہے۔
سکےّ جمع کرنے کے شائقین کئی علوم میں خاطر خواہ اضافہ کر سکتے ہیں۔

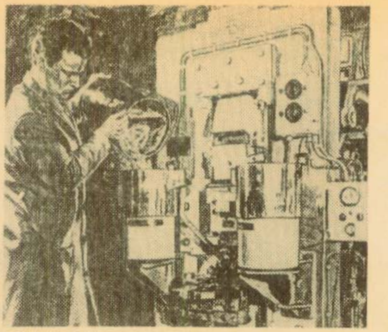

سکّے بنانے کا جدید پلانٹ

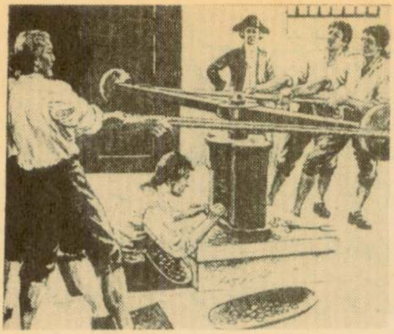

سکّے بنانے کا قدیم طریقہ

مثلاً تاریخ، جغرافیہ، فنون لطیفہ، مذاہب اور دیومالا۔ اس کے علاوہ سکّوں پر کندہ مختلف النوع تحریریں بھی معلومات میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔

سکّے جمع کرنے کے مشغلے کا آغاز رومی سلطنت سے ہوا۔ مشہور مورخ SUCTONIUS نے، جس کا انتقال ۱۴۰ء میں ہوا تھا، تحریر کیا ہے کہ اس کے زمانے میں روم کے لوگ سکّے جمع کرنے کے شائق تھے۔

سکّے جمع کرنا، ایک عالمگیر مشغلہ ہے، دنیا کے کئی مشاہیر اس مشغلہ سے وابستہ رہے ہیں۔ سکے جمع کرنے کے شائقین میں پوپ بونی فیس ہشتم، انگلستان کے شاہ چارلس اوّل فرانس کے شاہ لوئی چہاردہم، مصر کے شاہ فاروق اور اٹلی کے شاہ وکٹر ایموئیل سوئم خاصے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔

تاہم ان ناموں سے یہ نہیں سمجھنا چاہئیے کہ سکے جمع کرنا صرف بادشاہوں کا مشغلہ ہے۔ آپ بھی اس مشغلہ کو باآسانی اپنا سکتے ہیں۔

مشغلہ کا آغاز

سکّہ جمع کرنے کا آغاز تو انہی سکّوں سے کیا جا سکتا ہے جو آج کل مروج ہوں اور آپ کے پاس موجود ہوں۔ اس کے بعد سکّوں کی خرید و فروخت کرنے والے کسی ڈیلر سے رجوع کیجئے۔ وہ ایسے سکّے بھی، آپ کو فراہم کردے گا جو آج کل مروج نہیں ہیں۔ اگر آپ کا کوئی عزیز کسی دوسرے ملک میں مقیم ہے تو

وہ بھی وطن واپسی پر آپ کے لئے تھوڑے بہت سکّے لا سکتا ہے۔ بعض ممالک میں، سکّے جمع کرنے کے شائقین کے لئے۔ سکّوں کی مکمل سیریز، جنہیں PROOF SET کہا جاتا ہے، بھی جاری کی جاتی ہیں۔ ان ممالک سے یہ سیٹ بھی، قیمتاً منگائے جا سکتے ہیں۔

بعض شائقین، صرف مخصوص قسم کے ہی سکّے جمع کرتے ہیں۔ مثلاً صرف ایک ملک کے تمام سکّے، ایسے سکّے جن پر کسی بادشاہ کا چہرہ بنا ہوا ہو، یا ایسے سکّے، جن پر کسی جانور کی شبیہ بنی ہوئی ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے سکوں کے اجراء کا رواج یورپی ممالک میں عام ہے۔

بعض شائقین صرف ایک عہد کے سکّے جمع کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور یوں وہ ایک ہی عہد کے، مختلف ممالک کے جاری کردہ سکّوں کا موازنہ کرکے بڑی دلچسپ معلومات حاصل کرتے ہیں۔ ان معلومات میں اضافے کے لئے سکّوں کے بارے میں شائع ہونے والی مختلف کتابیں اور کیٹلاگ بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف عجائب گھروں میں محفوظ سکے بھی بہت دلچسپ معلومات فراہم کرتے ہیں۔

جمع کیسے کریں

ڈاک کے ٹکٹوں اور ماچس کے لیبلوں پر سکّوں کو یہ فوقیت بھی حاصل ہے کہ وہ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی خراب نہیں ہوتے۔ سکّوں کی قیمت کا تعین اس کی عمر سے نہیں بلکہ اس کی نایابی اور اس کی حالت دیکھ کر کیا جاتا ہے۔

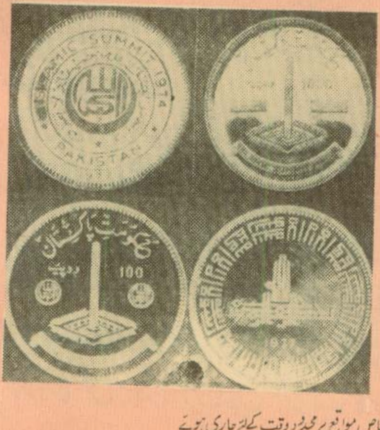

سونے اور چاندی کے سکّے جو اسٹیٹ بنک کی طرف سے خاص مواقع پر محدود وقت کیلئے جاری ہوئے

سکّوں کو کبھی کھلی ہوئی حالت میں نہیں رکھنا چاہئیے۔ سکّوں کو محفوظ رکھنے لئے مختلف قسم کی البمیں بازار میں دستیاب ہوتی ہیں۔ ان البموں میں دائرے کی شکل میں خانے بنے ہوتے ہیں۔ جن میں سکّے رکھے جا سکتے ہیں۔ ان البموں میں سکّوں کے نیچے اس سکّے کے بارے میں اہم معلومات لکھنے کی جگہ بھی ہوتی ہے۔ جہاں مختلف قسم کی معلومات تحریر کی جاسکتی ہیں۔ اور دیکھنے والے ایک ہی نظر میں اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس سکّہ میں کیا خوبی ہے۔

سکّوں کو بار بار دھونے سے گریز کرنا چاہئیے۔ کیونکہ اس طرح سکّوں کے خراب ہونے کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ تاہم اگر سکّے بہت میلے ہوں۔ اور انہیں صاف کرنا بہت ضروری ہو تو انہیں صابن اور دانت صاف کرنے والے برش کی مدد سے دھونا چاہئیے۔ کبھی کوئی میٹل پالش یا اسی نوعیت کا کوئی پاؤڈر استعمال نہیں کرنا چاہئیے۔ اگر سکّوں کے کناروں پر کائی یا اسی نوعیت کی کوئی اور تہہ جم گئی ہو تو ایک پیالی میں زیتون کا تیل لے کر، سکّوں کو اس میں ڈال دینا چاہئیے۔ تھوڑی دیر میں کائی یا وہ تہہ اتر جاتی ہے۔

جیساکہ ہم نے اوپر بتایا ہے۔ سکّوں کی قیمت کا تعین اس کی عمر سے نہیں، بلکہ اس کی نایابی کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ نایاب سکّے اگر اچھی حالت میں محفوظ ہوں تو کئی ہزار گنا قیمت پر فروخت ہو سکتے ہیں بعض سکّے جو صرف سکّے جمع کرنے کے شائقین کے لئے جاری کئے جاتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ بہت قیمتی ہو جاتے ہیں۔

حکومت پاکستان نے بھی بعض ایسے ہی مواقع پر سونے اور چاندی کے یادگاری سکّے جاری کئے ہیں۔ مثلاً ۲۴ دسمبر ۱۹۷۶ء کو حکومت پاکستان نے قائداعظم کی صد سالہ تقریب پیدائش کے سلسلہ میں سونے اور چاندی کے سکّے جاری کئے۔ جن کی مالیت بالترتیب ۵۰۰ روپے اور ۱۰۰ روپے تھی۔ ۲۲ فروری ۱۹۷۷ء کو اسلامی سربراہ کانفرنس کی تیسری سالگرہ کے موقع پر حکومت پاکستان نے سونے اور چاندی کے کچھ اور سکّے جاری کئے۔ جن کی مالیت بالترتیب ۱۰۰۰ روپے اور ۱۰۰ روپے تھی۔ چونکہ یہ سکّے محدود تعداد میں جاری کئے گئے تھے۔ اس لئے اب نایاب ہیں اور کئی گنا قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہیں۔

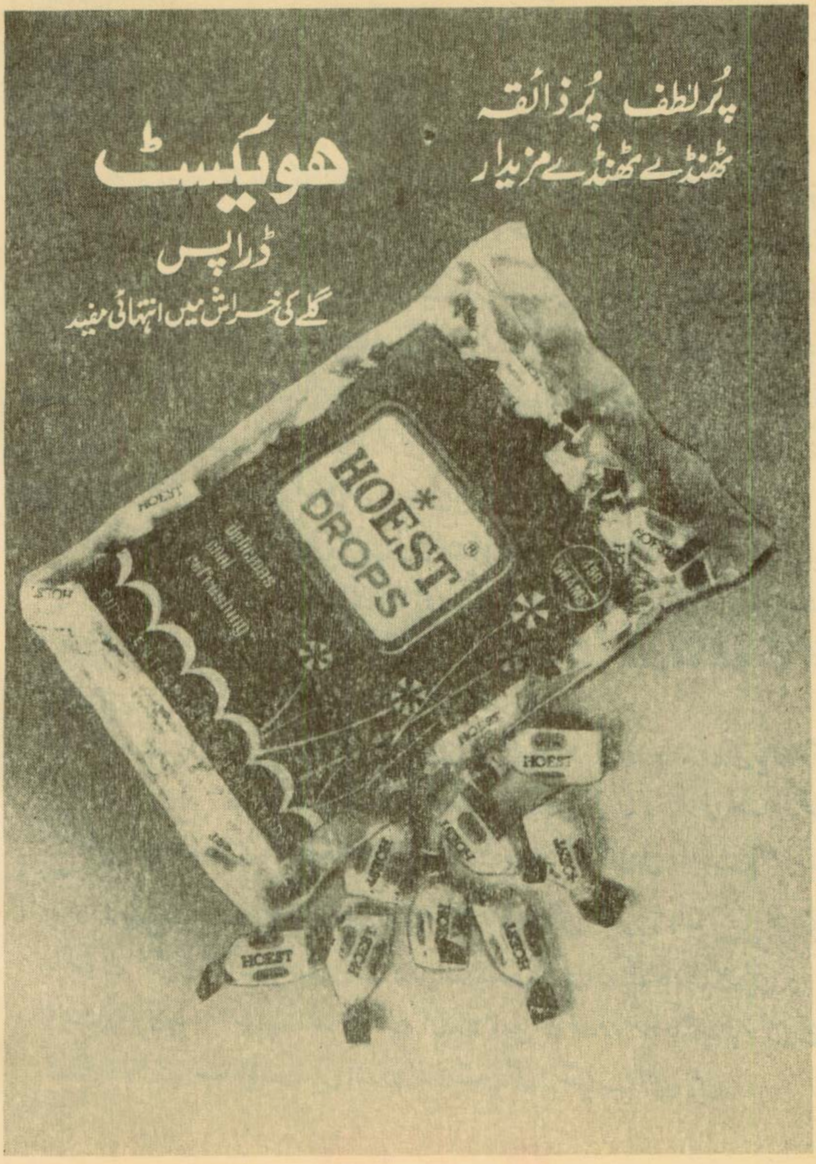
پُر لطف پُر ذائقہ
ٹھنڈے ٹھنڈے مزیدار
ہوئیسٹ
ڈراپس
گلے کی خراش میں انتہائی مفید
HOEST DROPS
HOEST

بچت کا انعام

نازیہ رمضان

آفاق اور نوین اسکول سے واپس آئے تھے دونوں نے اپنا بستہ میز پر رکھا ہی تھا کہ ان کی امی نے کچن سے آواز لگائی "بیٹے جلدی سے کپڑے بدل لو۔ میں کھانا لگاتی ہوں دونوں بہن بھائی جلدی سے کپڑے بدل کر آ بیٹھے۔ "آج تمہارے ابو کا فون آیا تھا" امی نے نوالہ بناتے ہوئے کہا" سچ امی......! ابو کا فون آیا تھا!" دونوں کھانا کھاتے کھاتے بے یقینی کے سے لہجے میں چیخ اٹھے۔

"بتایئے نا امی...... ابو نے کیا کہا......؟ کب آ رہے ہیں ابو پاکستان......؟

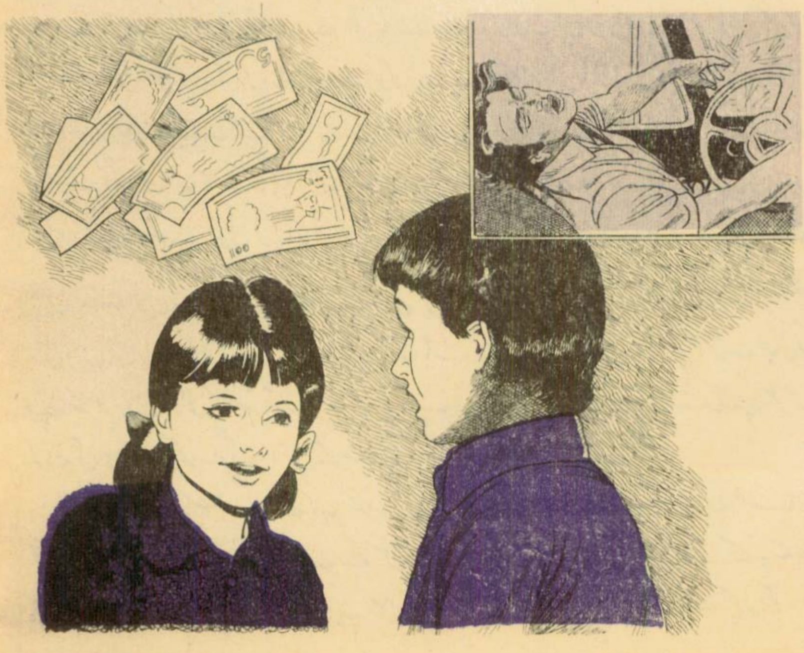

امی نے ان کی بیقراری سے محظوظ ہوتے ہوئے بتایا "تمہارے ابّو پرسوں شام کی فلائٹ سے آرہے ہیں....... وہ بھی ہمیں وہاں بہت یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اب یہیں پاکستان میں ہمارے ساتھ ہی رہیں گے۔" "سچ امّی...... کتنا مزہ آئے گا نا!" آفاق اور نوین تو فرطِ مسرّت سے جھوم اُٹھے۔

نوین اور آفاق کے ابّو کا کاروبار لندن میں تھا اور سال میں ایک آدھ مرتبہ ان سے ملنے آجایا کرتے تھے۔ مگر پچھلے دو سالوں سے کام کی زیادتی کی وجہ سے پاکستان نہیں آئے تھے اس لئے آفاق اور نوین کو ان کے آنے کی زیادہ خوشی تھی

کھانا کھانے کے بعد نوین اپنے بیگ سے کچھ نکال کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ "بھئی یہ کیا چھُپا چھُپا کرے جایا جارہا ہے...... نوین یہ کیا ہے تمہارے ہاتھ میں" آفاق نے شرارت بھرے لہجے میں نوین سے پوچھا "تمہیں معلوم تو ہے پھر روز روز یہی سوال کیوں کرتے ہو؟" نوین نے تنگ آکر کہا۔ آفاق نوین سے سال بھر ہی بڑا تھا۔ دونوں میں بڑا پیار تھا مگر کبھی کبھی اسی بات پر ان کی لڑائی بھی ہوجاتی۔ "بھئی آج تم بتا ہی دو کہ روزانہ ایک روپیہ جمع کرنے کی کیا تک ہے۔ آخر ہمارے پاس دولت کی کمی تو نہیں ہے۔ ابّو ہمارے لئے کما کر لاتے ہیں اور ایک تم ہو کنجوس مکھی چوس ...... اچھا میں سمجھ گیا یہ تم اس لئے بچا رہی ہو کہ بڑھاپے میں کام آئیں گے اور......" آفاق بولتا چلا جارہا تھا کہ اچانک بریک لگ گیا۔ اس نے دیکھا کہ نوین کانوں پر ہاتھ رکھے کھڑی ہے۔ اسے یہ دیکھ کر غصہ آگیا اور اس کا منہ بن گیا "میں اتنی دیر سے بکواس کر رہا ہوں ..... دیواروں کو سنا رہا ہوں کیا؟" "شکر ہے تم نے قبول تو کیا کہ تم بکواس کر رہے تھے...... چلو اچھا ہوا کہ میں نے نہیں سُنا" نوین اس کے غصّے کو بھڑکانے پر تُلی تھی۔ آفاق نے رعب سے اکڑتے ہوئے کہا "دیکھو لڑکی! میں تمہارا بڑا بھائی ہوں اس لئے تمیز سے بات کرو!" "اچھا تو جناب دو اینچ بڑے بھائی صاحب اپنے سر پر برف ڈال کر غصّہ ٹھنڈا کیجئے پھر یہ آپ کی ننھی بہن آپ کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کی جسارت کرے گی۔" اس کے ساتھ ہی آفاق بھی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

کچھ دیر بعد سنجیدگی سے کہنا شروع کیا "آفاق! کچھ عرصہ پہلے ہماری مس نے ہماری کلاس میں بچت کے فائدے بتائے تھے مس نے کہا تھا کہ ہم ایک ترقی پذیر ملک کے باشندے ہیں اس لئے فضول خرچی کرنا ہمیں زیب نہیں دیتا۔ ہمارے ملک میں بہت سے بچوں کو دو

Montgomery

Biscuits, Sweets and Toffees

The Height of Delight!

اپنے دانتوں کو
مزے سے صاف کیجئے
کرسٹل کے تین ذائقے،تینوں مزے دار
کرسٹل ریڈ جیل میں چیری،گرین جیل میں
منٹ اور کرسٹل وہائٹ میں منٹ فریش۔
کرسٹل سے بُرش کیجئے، ٹوتھ پیسٹ کا مزا
لیجئے دانت ہمیشہ صاف، چمکدار اور کیڑا
لگنے سے محفوظ۔
Crystal
سانس خوشگوار، دانت چمکدار
Crystal
Crystal
Crystal
White

وقت کی روٹی بھی میسر نہیں ۔ یہ بچے عید پر بھی نئے کپڑے نہیں پہن سکتے ۔ ہمیں ان کا بھی خیال رکھنا چاہیئے ۔ ہماری مس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر ملک کا ہر فرد ہر روز ایک روپیہ بچائے ..... صرف ایک روپیہ جسے ہم نہایت حقیر سی رقم سمجھتے ہیں تو آفاق ...... اس طرح ایک سال میں ہمارے پاس تین سو پینسٹھ روپے جمع ہو جائیں گے اور ہر سال یہ رقم دوگنی ہوتی جائیگی ..... ذرا سوچو تو! ...... اس رقم سے ہم اپنی کسی بھی خواہش کو پورا کر سکتے ہیں ..... بینک میں جمع کرا کر ملکی صنعت کو مستحکم کر سکتے ہیں ...... یا پھر خدانخواستہ اگر کوئی اتفاقی حادثہ یا اچانک ضرورت پیش آجائے تو ہم کسی کے محتاج بننے سے محفوظ رہ کر اپنی مدد آپ کر سکیں گے ..... یہ رقم کسی ضرورت مند کو دے کر دلی سکون حاصل کر سکتے ہیں ۔ ہم آج بچت کریں گے تو کل ہمارے کام آسکتا ہے ۔ آفاق غور سے نوین کی باتیں سن رہا تھا ۔ اس نے کہا "نوین مجھے یہ سب معلوم نہ تھا واقعی یہ تو بہت اچھی عادت ہے ۔ آئندہ میں بھی اپنے جیب خرچ سے پیسے بچا کر جمع کیا کروں گا ...... ہاں یہ اسکول کے باہر ٹھیلے والے کتنی گندی چیزیں بیچتے ہیں اب میں یہ نہیں خریدوں گا ۔ نوین! ہم نے ابو کو خط میں لکھا تھا کہ میرے لئے اُڑنے والا جہاز اور تمہارے لئے سنہری بالوں والی گڑیا لے آئیں ...... اگر ابو نہیں لائے تو ہم ان پیسوں سے یہ چیزیں خریدیں گے ۔ نوین نے مسکرا کر بھائی کی طرف دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا ۔ اسے خوشی تھی کہ اس کا بھائی بھی اس سے متفق ہو گیا تھا ۔

آخر خدا خدا کر کے دو دِن گذرے اور وہ دِن بھی آگیا جب ان کے ابو مستقل طور پر ان کے پاس آگئے ۔ آفاق اور نوین تو اب بہت خوش تھے ۔ ابو ان کے لئے بہت سی چیزیں لائے تھے مگر اتفاقاً وہی کھلونے لانا بھول گئے تھے ۔ دن تیزی کے ساتھ گزرنے لگے ۔ ایک دِن ابو دفتر سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں ان کی کار کا حادثہ ہو گیا ۔ وہ تو بھلا ہو اس نیک دل انسان کا جس نے انہیں سڑک پر بے ہوش دیکھ کر اسپتال پہنچایا اور ان کی جیب سے کارڈ دیکھ کر گھر والوں کو اس حادثے کی اطلاع دی ۔ تینوں ماں بچے غم سے نڈھال اسپتال پہنچے تو ابو بے ہوش موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا تھے ۔ ڈاکٹر ان کی جان بچانے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے ۔

کہتے ہیں ناکہ مصیبت تنہا نہیں آتی بلکہ اپنے ساتھ مصائب کا ٹوکرا لے کر آتی ہے ۔ یہی

کچھ ان کے ساتھ ہوا۔ ابو نے کافی عرصے سے ٹیکس ادا نہیں کیا تھا اس لئے فوری طور پر ان کی جائیداد اور کوٹھی ضبط ہو گئی۔ ان کے ابو کی وسیع جائیداد لندن میں موجود تھی مگر وہ ان کے کسی کام نہ آسکی۔ کیونکہ آفاق اور نوین بچے تھے انہیں اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا اور ان کے ابو بے ہوش پڑے تھے۔

ڈاکٹر انتھک کوششوں کے بعد انہیں ہوش میں لانے میں کامیاب ہو گئے لیکن ان کا آپریشن کرنا ضروری تھا اور اس کے لئے کافی روپوں کی ضرورت تھی۔ ان کی امی نے اپنے زیور بیچ دیئے لیکن اب بھی ایک ہزار روپے کم پڑے تھے۔ آفاق اور نوین نے اپنے جمع شدہ پیسوں کا بکس کھولا اور روپے گنے تو دونوں کے ملاکر کل ایک ہزار پانچ سو روپے تھے۔

ان کے ابو کا آپریشن کیا گیا اور خدا کے فضل سے کامیاب رہا۔ کچھ دنوں کے بعد ابو چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔ ان کے ابو کو جب ان کے بچت کے پروگرام کے متعلق معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہیں بہت پیار کیا۔ اب ان کی لندن والی جائیداد بھی پاکستان منتقل ہو چکی تھی۔ ابو کی مکمل صحت یابی کی خوشی میں پارٹی دی گئی۔ اس دن ابو نے آفاق اور نوین کو ان کی بچت اسکیم کے انعام کے طور پر ایک ایک پیکٹ انعام میں دیا۔ دونوں اچھل پڑے۔ ان میں بہت سی کہانیوں کی کتابوں کے علاوہ آفاق کے لئے اڑنے والا بڑا سا ہوائی جہاز اور نوین کے لئے بولنے والی سنہرے بالوں اور نیلی آنکھوں والی گڑیا تھی۔

○— دنیا کے سب سے بڑے تیل کے ذخائر سعودی عرب میں غاور کے مقام پر ہیں۔ اس کا رقبہ ۱۵۰ ۲۲ میل ہے

○— دنیا کی تیز ترین ریل گاڑیاں فرانس کی ہیں۔ پیرس سے لیونز کا ۲۱۷ میل کا راستہ یہ ۲ گھنٹے ۱۴ منٹ میں ۱۳۲ میل فی گھنٹہ کی اوسط رفتار سے طے کرتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ رفتار ۱۶۸ میل فی گھنٹہ سے یہ سفر کر سکتی ہیں۔

○— دنیا کی سب سے بڑی مسجد جکارتا کی مسجد ہے۔ جس کے گنبد کا قطر ۱۴۷ء۶ فٹ ہے۔ اس کا نام مردیکا مسجد ہے۔

Habib Bank Limited
قائم شدہ ۱۹۴۱
ہم
ان کے
درخشاں
مستقبل
کے خواہاں
ہیں!
حبیب بینک ایک ترقی پسند، متحرک، جدید بینک ملک کے اندر ۱۸۰۰ سے زیادہ اور بیرونِ ملک ۶۹ شاخوں، ۱۸۰۰ سے زیادہ غیر ملکی نمائندوں، کمپیوٹر تنصیبات، نت نئی اسکیموں اور سہولتوں کے ذریعے ملک کے مستقبل کے لئے حتی المقدور کوشاں ہے۔
ہماری بچت کی اسکیمیں اور طالب علموں کا خصوصی شعبہ بچوں اور طالب علموں میں بچت کی عادت ڈالنے کے لئے ہمہ وقت سرگرم عمل ہے۔
حبیب بینک ملک کی ترقی و خوشحالی کے لئے نئی نسل کی سرپرستی کرتا ہے۔
حبیب بینک لمیٹڈ
PID (I)/HBL/80/ 1 U
manhattan international

میں گندی بچّی نہیں بنوں گی

احمد حاطب صدیقی

ننھی ثوبیہ تو منّے کو دیکھ کر حیران ہی رہ گئی۔ بالکل ہی اِتّے اِتّے سے ہاتھ پاؤں، ٹماٹر کی طرح سُرخ پھوُلے پھوُلے گال، ہونٹ تو بس یوں سمجھیئے کہ جیسے کیاری میں لگے ہوئے گلاب کی نرم نرم کلیاں ہوتی ہیں نا۔ بالکل اُسی جیسے۔ اور جب وہ اپنا چھوٹا سا منہ کھول کر "اُوہاں..... اُوہاں....." کر کے روتا تو اور بھی پیارا لگنے لگتا۔

ثوبیہ کا خوشی کے مارے بُرا حال تھا، کبھی مٹھیاں بھینچ بھینچ کر جوش و خروش سے اُچھلتی اور کبھی تالیاں بجا بجا کر منّے کی حرکتوں سے لطف اندوز ہونے لگتی۔

"امیّ! یہ اتنا پیارا منّاّ آیا کہاں سے؟ میں تو اس کو دیکھ کر حیران رہ گئی ہوں۔"
ثوبیہ نے اپنی آنکھیں میچ کر اور مٹھیاں بھینچ کر دونوں ہاتھ جھٹکتے ہوتے تعجّب سے پوچھا۔
امیّ بھی اُس کی بے پناہ خوشیاں دیکھ کر مُسکرانے لگیں۔ منّے کو ہلکے سے پیار کیا اور بولیں
"بٹیا! یہ اللہ میاں کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ میاں نے اسے تمہارے پاس بھیجا ہے!"
"اُف اللہ!" ثوبیہ خوشی سے جھوم اٹھی ذرا دیر کو اس کی ننھّی منیّ چٹیاں ہوا میں لہرا گئیں، اور ان میں بندھے ہوئے گلابی ربن پھولوں کی طرح ہلنے لگے۔
"امیّ! اللہ میاں کتنے اچھے ہیں نا۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنا پیارا منّا انہوں نے میرے لئے بھیجا ہے۔"
پھر اُس نے جُھک کر منّے کو گود میں اٹھانا چاہا مگر امیّ، ابوّ، دادی، پھپھو سب زور سے "ارے ارے" کہہ کر لپکے کہ وہ ڈر ہی گئی۔
"امیّ کیا منّا بُرا مان جائے گا۔؟"
"نہیں بیٹا ـــ لیکن وہ ابھی بہت چھوٹا ہے نا ـــ اور تم خود بھی تو چھوٹی ہو، تم سے وہ سنبھلے گا نہیں اگر کہیں گر گیا اور اُس کو چوٹ لگ گئی تب ضرور بُرا مانے گا کہ مجھے اپیا نے گرا دیا۔"
"ارے ـــ تو کیا اس کو پتہ چل گیا ہے کہ میں اس کی اپیا ہوں۔ امیّ اس نے مجھے پہچانا کیسے؟"
"بھئی ثوبی! تم تو بھیجا کھا گئیں۔ چلو جاؤ باہر جاکر عاصم کے ساتھ کھیلو!"
"نہیں! بھائی جان مجھے مارتے ہیں۔ میں تو منّے کے ساتھ کھیلوں گی۔"
"منا ابھی نہیں کھیل سکتا۔ چلو تم باہر جاؤ۔"
"کیوں نہیں کھیل سکتا؟ کیا اس کا ہوم ورک کرنے کا ٹائم ہے؟" ثوبیہ نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا۔ اور عاصم میاں نے دادا ابّا کے اسٹائل میں جھاڑ پلائی۔
"ارے بے وقوف! ابھی اتنا سا تو ہے، اسکول بھی نہیں جا سکتا، ہوم ورک کیا کرے گا!"
"تم اس سے کیوں جلتے ہو ـــ بھائی جان کے بچے ابھی کل ہی تو اللہ میاں کے پاس سے آیا ہے۔ ایک دو دن چھٹّی کرنے کے بعد اسکول جانے لگے گا!"
"امیّ یہ کتنی احمق لڑکی ہے۔ بھلا اتنے اتنے سے بچّے کہیں اسکول جاتے ہیں!"

"بھئی کیوں لڑ رہے ہو تم دونوں ——" امّی نے دونوں کو خاموش کرایا۔ ثوبیہ لپک کر امّی کے پاس پہنچی اور کان میں کھسر پھسر کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"امّی! بھائی جان کو سمجھائیے نا —— منّا کیا سوچے گا کہ کیسے لڑاکا بھائی ہیں اُس کے۔" اور امّی کو ہنسی آگئی۔ کہنے لگیں:

"اور یہ نہیں سوچے گا کہ کیسی لڑاکا بہن ہے اُس کی۔ ہر وقت بھائیوں سے لڑتی رہتی ہے۔"

"امّی شِش —— چپ" ثوبیہ نے سرگوشی کی "منّا غور سے سُن رہا ہے!"

سب ہنسنے لگے۔ ثوبیہ کچھ شرمندہ سی ہو کر مسکرانے لگی۔ پھر اچانک اُسے خیال آیا کہ: "ارے چچّو کو تو پتہ بھی نہیں ہوگا۔"

اُس نے سوچا کہ چچّو کو یہ خوشخبری سب سے پہلے خود اُسے سنانی چاہیے۔ وہ دوڑتی ہوئی ان کے کمرے تک پہنچی۔ چچا جان حسبِ معمول کرسی کی نشست پر اپنی پیٹھ ٹکاتے اور میز پر ٹانگیں رکھّے کوئی موٹی سی کتاب پڑھ رہے تھے۔ انہیں ثوبیہ کے سامنے کا پتہ ہی نہ چلا۔ اُس نے پیچھے سے جا کر اُن کی آنکھیں موندنے کی کوشش کی، مگر بچاری کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ صرف ان کی کنپٹیوں تک پہنچ سکے۔ انہوں نے گردن گھما کر ثوبیہ کو دیکھا۔

"چچّو آپ کو کچھ پتہ بھی ہے؟" اُس نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

دوڑنے کی وجہ سے اس کا سانس پھول گیا تھا۔ گال سرخ ہو رہے تھے، چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ دونوں چٹیاں اُس کے ننھے منے شانوں پر جھول رہی تھیں اور باچھیں کھلی جا رہی تھیں —— چچا جان نے یہ عالم دیکھا تو اپنا سر دائیں بائیں انکار کی صورت میں گھُما دیا۔

"اُفوّہ! جناب صاحب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ میاں نے ایک منّا بھیجا ہے!"

"منّا بھیجا ہے؟ !!! کس کے نام؟ !!!"

"لو !!! کیا وہ کوئی خط ہے کہ کسی کے نام آئے گا۔ آپ تو بالکل ہی بدھّو ہیں!" ثوبیہ منّے کی توہین پر ناراض ہوگئی۔ چچا جان نے کتاب بند کر کے میز پر رکھ دی۔ ٹانگیں میز سے فرش پر اتار لیں اور سنبھل کر بیٹھ گئے۔ انہیں پتہ تھا کہ جب ثوبیہ کے پاس کوئی بہت ہی اہم خبر ہو تو پھر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

"منّا کیسا ہے؟" چچا جان نے ایسے پوچھا جیسے انہوں نے کبھی کوئی منّا دیکھا ہی نہ ہو۔

"اللہ ـــــ چچو وہ اتنا چھوٹا ہے کہ سچ مچ آپ اُسے دیکھ کر حیران رہ جائیں گے!"
ثوبیہ نے چچا جان کو دلچسپی لیتے دیکھ کر ان کی معلومات میں اضافہ کیا۔
"کتنا چھوٹا ہے؟ کیا مینڈک کے بچّے کے برابر ہے؟" چچا جان نے بڑے اشتیاق سے پوچھا اور ثوبیہ کی جان ہی تو جل گئی۔
"میں نہیں بولتی آپ سے ـــــ ایسی گندی گندی باتیں کر رہے ہیں ـــــ اچھا خاصہ انسان کا بچّہ ہے۔ بس اُس کے ہاتھ پاؤں ننھے منّے سے ہیں۔ اور چچوّ ـــــ اپنی آنکھیں اور مٹھیاں تو کھولتا ہی نہیں ہے۔"
ثوبیہ ایک ہی سانس میں اپنی ناراضگی بھول گئی اور چچا جان کو پھر جوش و خروش سے منّے کے بارے میں بتانے لگی۔
"تم نے چیک کیا کہ وہ اپنی مٹھیوں میں کیا چھپا کے لایا ہے؟"
"کچھ نہیں لایا ہے جناب! میں نے سب سے پہلے اُس کی مٹھیاں کھول کر دیکھی تھیں۔ ان میں سے کچھ بھی نہیں نکلا ـــــ مگر پھر بھی وہ رونے لگا۔ ہے نا اُس کی بیوتوفی!"
"کیوں؟ بے وقوفی کیوں ہے!"
"لو یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ جب اس کی مٹھیوں میں سے کچھ نہیں نکلا تو اس کو ہنسنا چاہیے تھا۔"
"وہ اصل میں تمہاری بے وقوفی پر رو رہا تھا کہ کیسی بے وقوف بہن ملی ہے۔"
"جی نہیں!"
"اور کیا ـــــ جب میں اُس سے ملوں گا۔ تو پُوچھوا بھی دوں گا۔"
"اُفوّہ! چچوّ ابھی تک آپ اُس سے ملے بھی نہیں؟"
"بھئی مل لوں گا ایسی جلدی کیا ہے؟" چچا جان صاف چُھپا گئے کہ منے کے کانوں میں اذان خود انہوں نے دی تھی۔ انہیں ثوبیہ کو تنگ کرنے میں مزہ آرہا تھا۔ ثوبیہ غصّے میں آگ بگولا ہوگئی۔
"آپ بھی بس حد کرتے ہیں چچوّ، پتہ ہے وہ کل کا آیا ہوا ہے۔ اور کہہ رہے ہیں (نقل کرتے ہوئے) کہ ایسی جلدی کیا ہے؟ منّا برا نہیں مانے گا؟"

"بھئی میں تو اُس سے ملنے کو تیار ہوں۔ مگر کیا پتہ۔ منّا بھی ملنے کو تیار ہو یا نہ ہو؟"

"اُس کی آپ فکر نہ کریں، اُسے میں تیار کر لوں گی۔ میں اُس کو بتا دوں گی کہ یہ چچّو ہیں تو وہ خود بخود آپ سے ملنے کو تیار ہو جائے گا۔ آپ کے جوتے کہاں ہیں لاؤں؟!!!"

"نہ نہ ابھی اُس کی ضرورت نہیں۔ ایک تو ابھی وہ چھوٹا بہت ہے، دوسرا ابھی تو اُس نے کوئی شرارت بھی نہیں کی ہے۔ پھر میں تم لوگوں کو بھی کون سا سچ مچ جوتے رسید کرتا ہوں۔ بس یونہی ڈرانے کے لئے کہہ دیتا ہوں کہ اب اگر شرارت کی تو جوتے پڑیں گے۔"

"توبہ ہے! ابھی اُس غریب کو آئے ہوئے دو دن نہیں ہوئے اور آپ کو جوتے رسید کرنے کی فکر پڑ گئی۔ اگر خدانخواستہ منّا آپ کی باتیں سُن لے تو اس بچارے کا تو دل ہی ٹوٹ جائے۔ میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ آپ جوتے پہن کر چلیں اور اُس سے فوراً مل لیں۔"

"اچھا ثوبیہ! یہ بتاؤ کہ جب منّا بڑا ہوگا تو تم سے لڑے گا تو نہیں؟!!!"

"واہ لڑے گا کیوں؟ مجھے تو اس کے آنے سے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ میں بتا نہیں سکتی۔ تو کیا اُس کو پتہ نہیں چلے گا کہ میں اُس کے آنے سے کتنی خوش ہوں۔ پھر وہ کیوں لڑے گا؟"

"بھئی بات دراصل یہ ہے کہ جب اللہ میاں نے تمہیں بھیجا تھا تو عاصم میاں بھی اتنے ہی خوش ہوئے تھے۔ تمہاری امّی بھی، ابّو بھی، دادی بھی، پھپھو بھی اور خود میں بھی۔ مگر تم بڑی ہوئیں تو عاصم سے لڑنے لگیں۔ امّی ابّو کا کہنا ٹالنے لگیں۔ دادی اور پھپھو سے ضد کرنے لگیں اور جب میں تمہیں پڑھانے بیٹھتا ہوں تو تم رونے بیٹھ جاتی ہو۔ تو کہیں منّا بھی بڑا ہو کر تم جیسا نہ بن جائے۔"

ثوبیہ نے سنا تو سوچ میں پڑ گئی اور شرم سے اُس کے گال جلنے لگے۔ اُس نے سوچا کہ میں کتنی بدتمیز ہوں۔ جب سب میرے آنے سے اتنے خوش ہوئے تھے تو بڑی ہو کر بھی مجھے سب کو خوش رکھنا چاہیئے۔ اب میں بھائی جان سے کبھی کبھی نہیں لڑوں گی۔ امّی ابّو کا کہنا بھی مانوں گی۔ دادی اور پھپھو سے کوئی ضد نہیں کروں گی، چچّو سے پڑھا کروں گی۔ اس نے سوچا کہ میں مُنّے کے آنے پر اتنی خوش ہوئی ہوں لیکن اگر منّا بڑا ہو کر مجھے ستانے لگے تو کتنی تکلیف ہوگی۔ نہیں۔ میں اب گندے بچّوں کی سی حرکتیں نہیں کروں گی گندی بچّی نہیں بنوں گی۔ ورنہ مجھے دیکھ کر میرا اتنا پیارا منّا بھی گندا بچّہ ہو جائے گا۔

فریبِ نظر

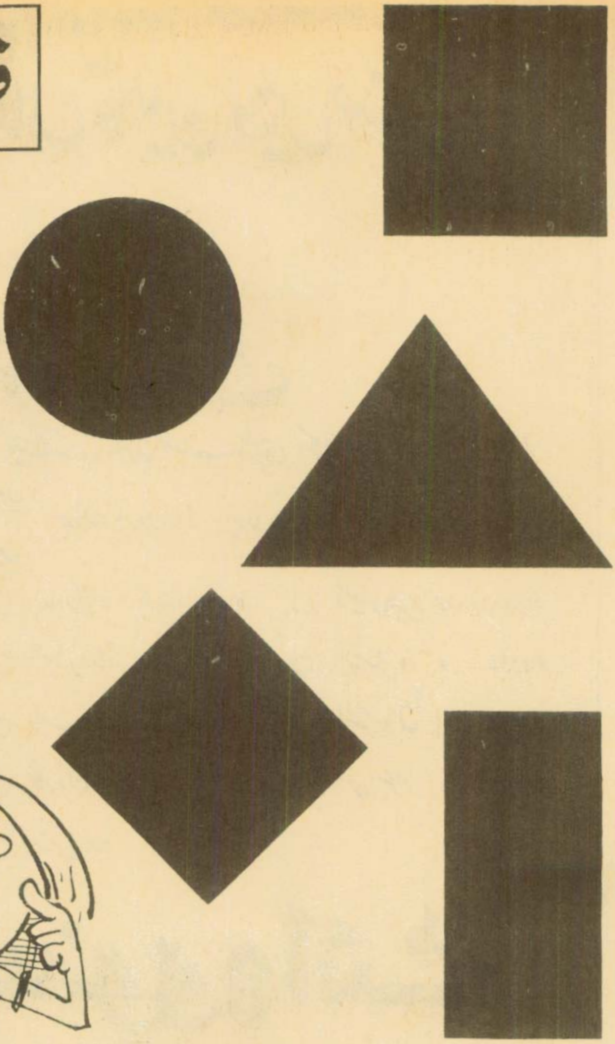

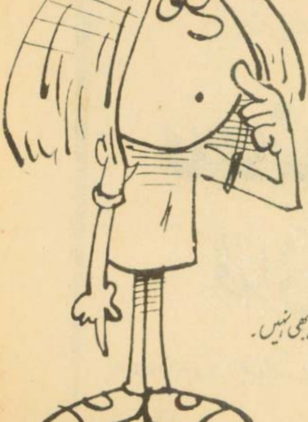

غور سے دیکھ کر بتایئے کہ ان شکلوں میں سے کس نے زیادہ جگہ گھیری ہوتی ہے؟ یقیناً کسی نے بھی نہیں۔

جہاں قالین وہیں صفائی

سنو وھائٹ

ڈرائی کلیننگ انڈسٹری، کراچی

ہیڈ آفس :

عبداللہ ہارون روڈ فون : ۵۱۱۷۱۱

شاخیں :

- بہادر آباد فون : ۴۱۳۶۹۵
- جمشید روڈ 〃 ۴۱۱۳۰۲
- کھارادر 〃 ۲۲۵۸۰۳
- گارڈن روڈ 〃 ۷۲۲۴۳۳
- برنس روڈ 〃 ۲۰۲۳۳۶
- ڈیفنس فیز V فون : ۵۲۶۵۳۹
- امیر خسرو روڈ 〃 ۴۱۳۶۹۵
- راشد منہاس روڈ 〃 ۴۱۱۳۰۲
- حسن اسکوائر 〃 ۵۲۶۵۳۹

سنو وھائٹ

ڈرائی کلیننگ انڈسٹری

ہیڈ آفس : عبداللہ ہارون روڈ، کراچی فون ۵۱۱۷۱۱ ۵۲۶۵۲۹

زونل آفس : صدر بازار۔ راولپنڈی فون ۶۷۹۸۸ ۶۳۲۵۰

مسٹر گول انڈا

ابوظفر زین

وہ گیارہ انڈے تھے جن پر مرغی بیٹھی تھی۔ ان میں ایک انڈا ذرا ٹیڑھا سا تھا۔ ہر وقت ہلتا رہتا۔ کسی پہلو سجل نہیں بیٹھتا۔ مرغی نے سوچا ہو نہ ہو اس میں ضرور کوئی شرارتی چوزہ ہے جو آگے چل کر فلسفہ، سائنس یا سیاست جاننے والا بنے گا۔ خدا خیر کرے۔ دیکھوں یہ ٹیڑھے انڈے کا چوزہ کیسا نکلتا ہے۔؟

دس انڈوں کے بچے تو اچھے بھلے نکل آئے۔ لڑکے اونچے اونچے مضبوط لال تاج اور خوبصورت چکنے پر لگائے۔ لڑکیاں ریشمی لباس حسین نازک۔ سڈول چونچ۔ تیلے تیلے پاؤں نرم آواز۔ لیکن وہ گیارہواں چوزہ ذرا بدصورت بھی تھا۔ قد میں چھوٹا بھی۔ وزن میں موٹا بھی۔

بہت جلد سارے بچے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے بلکہ چلنے لگ گئے۔ چند دنوں کے بعد وہ اپنا دانہ آپ ڈھونڈ نکالنے لگے۔ اچھا ہی ہوا۔ ایک بیچاری ماں اور وہ بھی بیوہ ماں

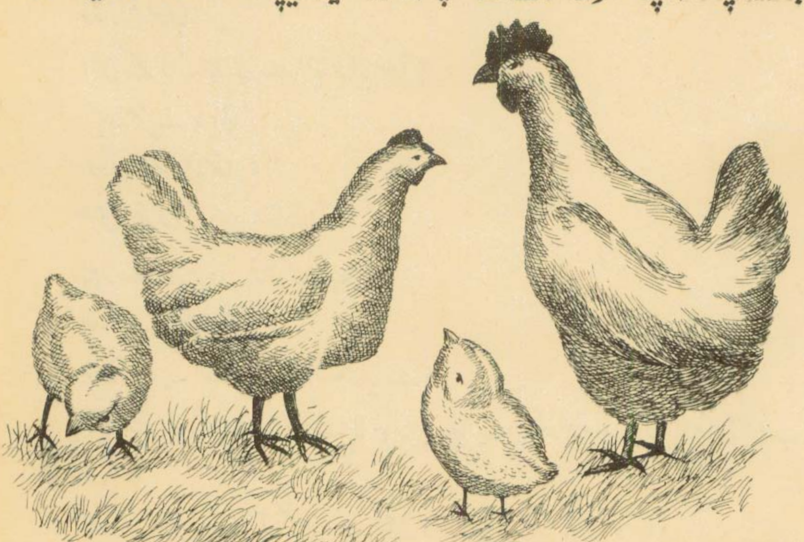

اکٹھے سارے بچوں کے کھانے پینے کا انتظام کیسے کرتی وہ بھی آج کل کی مہنگائی میں۔ جب وہ دس حسین بچوں کے جھرمٹ میں چلتی تو مارے فخر کے پھولے نہ سماتی۔ ننھے منے بچے جب چوں چوں کرتے تو وہ گردن اونچی تان لیتی۔ مگر گیارہویں بچے کو دیکھ دیکھ کر وہ دل ہی دل میں کڑھتی کیوں کہ وہ ذرا الگ تھلگ قسم کا تھا۔ آواز بھاری۔ ڈیلے بھدے میلے رنگ کا تاج۔ ہر وقت سوچ میں ڈوبا ہوا۔

دس بچوں کو کھیلنے کودنے اچھلنے بھاگنے اور اسپورٹس میں — بڑی دلچسپی تھی۔ وہ اچھے سے اچھا مزیدار دانہ ڈھونڈ کر لانے کی کوشش کرتے اور خود ہی کھا جاتے۔ کھانا پینا موج اڑانا یہی ان کی زندگی تھی۔ مگر وہ گیارہواں بچہ قدرت سے اچھا دماغ لے کر آیا تھا۔ وہ دنیا کے مسائل پر غور کرتا۔ سوچتا سمجھتا اور حل نکالتا۔ وہ کھیلنے کودنے یا سماجی میل ملاقات میں کوئی خاص شوق نہیں دکھاتا۔ ہر وقت فلسفہ، ادب، سائنس، ایجاد اور سیاست بگھارتا۔ ہر وقت ماں سے طرح طرح کے سوالات پوچھتا۔ ماں کے پاس اتنے اور ایسے جوابات کہاں سے آتے۔ اس کی جان بڑی مشکل میں تھی

ایک دن اُس نے پوچھا "ہم لوگوں کا باپ کہاں ہے"۔؟

"وہ ذبح ہوگیا"۔

"اس کے ذبح ہونے سے دنیا کو کیا ملا"؟

"ایک مزیدار بریانی"

"وہ کیا کام کرتا تھا۔؟"

مرغی نے کہا "اذان دیتا تھا"۔

چوزے نے پوچھا "اذان کیا ہے"

"بندے اور اللہ کا رشتہ"

"بندہ کیا ہے۔ اللہ کیا ہے۔ رشتہ کیا ہے؟"

مرغی سے رہا نہ گیا۔ ایک ڈانٹ پلائی "چپ چاپ دانہ کھاؤ۔ اپنا اور میرا دماغ خراب نہ کرو"۔

پھر ایک دن پوچھا "کیا مشین سے نکلنے والے چوزے بھی مشین کو اتنا ہی پیار دیتے ہیں۔

جتنا میں اپنی ماں کو دیتا ہوں؟"

ماں بہت جھلائی۔ "اپنا دانہ تلاش کرو۔ فضول سوالات پوچھنے میں تم بھوکے رہ جاؤ گے"

ٹیڑھے بچّے کو اپنے بھائی بہن پر بہت حیرت تھی۔ وہ دن بھر کٹ کٹ کرتے تھے لیکن ان کی باتوں میں کوئی عقل نہ تھی۔ اُس نے ماں سے پوچھا "میں چھوٹا بھائی ہوں یا بڑا بھائی"۔

ماں نے بتایا کہ چوزوں میں جمہوریت ہوتی ہے۔ کوئی بڑا یا چھوٹا نہیں ہوتا۔ "میرا نام کیا ہے؟"

ماں نے بات ٹالنے کو کہا "گول انڈا"۔ "بہت پیارا نام ہے" وہ بولا۔

"کیا دنیا بھی انڈے کی طرح گول ہے؟" اسے پیٹ بھرنے سے اتنی دلچسپی نہ تھی جتنا فضول سوالات پوچھنے سے۔

"پیاری اماں! کیا بات ہے کہ ہزار مرغیاں ایک کوٹھری میں رہ سکتی ہیں لیکن دو مرغ نہیں رہ سکتے"۔

یہ اپنی اپنی سیاست ہے بٹیا۔ جاؤ دانہ چگو اور اذان دینا سیکھو۔ تمہاری زندگی کا مقصد اذان دے کر بندوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے"۔

گول انڈا نے ایک زور دار ککڑوں کوں لگایا۔ "شاباش"

اس نے اپنی ایک بہن سے پوچھا "تم بڑی ہوکر کیا بنوگی"—؟

"ایک اچھی ماں"۔

ایک اور بہن سے یہی سوال پوچھا۔ بولی "میں مرغیوں کی قوم کو سمجھاؤں گی کہ اپنی صحت اور بچّوں کی تعلیم کی خاطر مہینے میں دو انڈوں سے زیادہ نہ دیا کریں۔ جب انڈا دیں خوب شور مچائیں۔ کچھوے کی طرح نہ بنیں جو ایک ہزار انڈے دیتا ہے پھر بھی اپنے کارنامے کا ڈھول نہیں پیٹتا"۔

اُس نے ایک بھائی سے پوچھا "آپ بڑے ہوکر کیا بنیں گے"؟

"میں شاعر بنوں گا اور انڈوں پر شعر کہوں گا۔ ابھی تک اردو زبان میں انڈے پر صرف ایک ہی شعر ہے۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

بھائی نے کہا" اس شعر سے انڈوں کی بڑی بے عزتی ہوئی ہے۔ کیا پرانی تہذیب کے سارے انڈے اچھے ہی نکلتے تھے، میں وہ اشعار کہوں گا جن سے انڈوں کی عزت اور ہمت بڑھے۔ ابھی وہ صرف آٹھ روپے درجن بک رہے ہیں۔ آہ! اس ملک میں انڈوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔ حالانکہ قوم کا دماغ بنانے میں انڈوں کا بڑا ہاتھ ہے اچھا یہ بتاؤ تم کیا بنوگے؟"

میں انڈوں کی ایک خاص نسل ایجاد کروں گا جن میں صرف چھلکا سفیدی اور زردی ہی نہ ہو بلکہ عقل بھی ہو۔ انہیں نہ چیل اڑائے گی نہ بلّی کھائے گی نہ وہ باہر گلی میں پھینک دیئے جائیں گے، بھائی صاحب! آپ نے کوئی تازہ غزل کہی ہو تو سنایئے۔

اس نے تازہ غزل سنائی۔

انڈے ہوں یا ڈنڈے ہوں
گرم گرم یا ٹھنڈے ہوں
کام ہے اپنا کھانا کھانا
سنڈے ہوں یا منڈے ہوں
فکر نہیں کہ دینے والے
لاغر یا مسٹنڈے ہوں
جس کا کھاؤ اس کا گاؤ
مطلب کے ہتھکنڈے ہوں
فکر نہیں کہ کون ہے حاکم
کس کے اُڑتے جھنڈے ہوں
کام ہے اپنا کھانا کھانا
انڈے ہوں یا ڈنڈے ہوں

" واہ واہ" گول انڈے نے کہا۔" اب میں آپ کو بتاؤں کہ خاص قسم کے انڈوں کے سلسلے میں تجارتی اسکیم کیا ہے؟"

" شاید میں بھی تمہارا شریک تجارت بن جاؤں"۔

" سنیئے زمانہ اب چاند پر پہنچ چکا ہے۔ اب اگر ہمیں چاند والوں کے لئے انڈے ایکسپورٹ

کرنے ہیں تو وہ لاکھوں سال کا طریقہ بدلنا ہوگا جو مرغیوں نے ایجاد کیا ہے، اور اب تک چھوڑنے کو تیار نہیں۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ دنیا میں مرغی پہلے آئی یا انڈا آیا۔ اب ہم مرغیوں کو چھوڑ کر مشینوں کے ذریعے انڈے بنایا کریں گے۔"

"وہ کیسے انڈے ہوں گے۔؟"

"سب سے پہلے ہم ان کے ڈیزائن کو بدلیں گے۔ کیا ضروری ہے کہ انڈا بیضوی ہی ہو۔ وہ گول بھی ہو سکتا ہے لمبا بھی۔ تکونا۔ چوکور۔ ہشت پہل۔ لٹو یا گاجر کی شکل کا۔ کیا ضروری ہے کہ وہ صرف بیس گرام وزن کا ہو۔ وہ بھاری ہلکا بڑا چھوٹا کیا جا سکتا ہے۔ کیا ضروری ہے کہ اس میں صرف سفیدی اور زردی ہو۔ وہ کالا لال سبز بیگنی نیلا پیلا ملٹی کلر بھی ہو سکتا ہے۔"

"کیوں نہیں؟ صرف ریسرچ کی ضرورت ہے" بھائی نے کہا۔

"دیکھئے مرغیاں صرف کچے انڈے بناتی ہیں۔ ہم پکے پکائے ہاف فرائی۔ ہاف بوائلڈ۔ آملیٹ یا شوربہ دار انڈے بنائیں گے۔ مچھلی انڈا سے لے کر بھینس انڈا سائز تک۔ ہمارے انڈے پھیکے بھی ہو سکتے ہیں، کھٹے بھی اور میٹھے بھی۔ مرچ نمک اور سرکہ سمیت۔ مرغیاں ایک پیکنگ میں صرف ایک انڈا دیتی ہیں۔ ہم ایک پیکنگ میں ایک درجن انڈے دیں گے تاکہ کفایت ہو۔ اور پیکنگ بھی وہ جو نہ ٹوٹ سکے نہ پھوٹ سکے۔ صرف ایک سوئچ دبانے سے کھل جائے یا بند ہو جائے۔ تاکہ ہر شخص ناشتہ کے لئے دو چار انڈے جیب میں رکھ کر دفتر یا بازار جا سکے۔ ہماری پیکنگ نہایت رنگین اور دلآویز ہوگی۔ آج کل مال نہیں بکتا بلکہ پیکنگ بکتی ہے۔"

"بے شک۔ ہماری ہر پیکنگ پر برانڈ اور کمپنی کا نام اور پتہ چھپا ہوگا۔ ہر انڈے پر کوڈ نمبر اور تاریخ پیدائش۔ تاکہ پولیس والوں کے پاس ریکارڈ رہے کس نے کون سے نمبر کا آج انڈا کھایا ہے مرغیاں ہر خاص وعام کے لئے ایک ہی طرح کا انڈا دیتی ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ اب طرح طرح کے گاہک بازار میں آگئے ہیں۔ ہر قسم کے گاہک کی مانگ الگ ہے۔ ہم ہر طرح کے گاہکوں کے لئے خصوصی انڈے بنائیں گے۔ خاص وٹامن اور خاص ترکیب استعمال کے ساتھ۔ مریضوں کے لئے الگ۔ ڈاکٹروں کے لئے الگ۔ وزیروں کے لئے الگ۔ افسروں کے لئے الگ۔ پولیس والوں کے لئے الگ، کرکٹ ہاکی والوں کے لئے الگ، عورتوں کے لئے الگ۔ بچوں کے لئے الگ بڈھوں کے لئے الگ جوانوں کے لئے الگ، ہمارے تین ٹریڈ مارک ہوں گے — انڈا۔ انڈو اور انڈی" ان کا تعلق انڈیا سے نہ ہوگا۔

آنکھ مچولی

نفیس فریدی

آ — "آنکھ مچولی" پڑھیں رسالہ
ن — نظموں اور مضمونوں والا
ک — کیسی عمدہ تصویریں ہیں
ھ — ہر موضوع کی تحریریں ہیں
م — مزے مزے کے نئے لطیفے
چ — چھپتے ہیں ہر بار نئے سے
و — وقت پہ یہ آتا ہے اپنے
ل — لطف آتا ہے اس کو پڑھ کے
ی — یہ لگتا ہے سب کو پیارا
بچوں کی آنکھوں کا تارا

کولا
میرا مزے مزے کا آرسی
ROYAL CROWN COLA
RC
RC
Me and my RC
CONTINENTAL BEVERAGES(PVT)LTD.
D-210, ESTATE AVENUE S.I.T.E.,
KARACHI-16

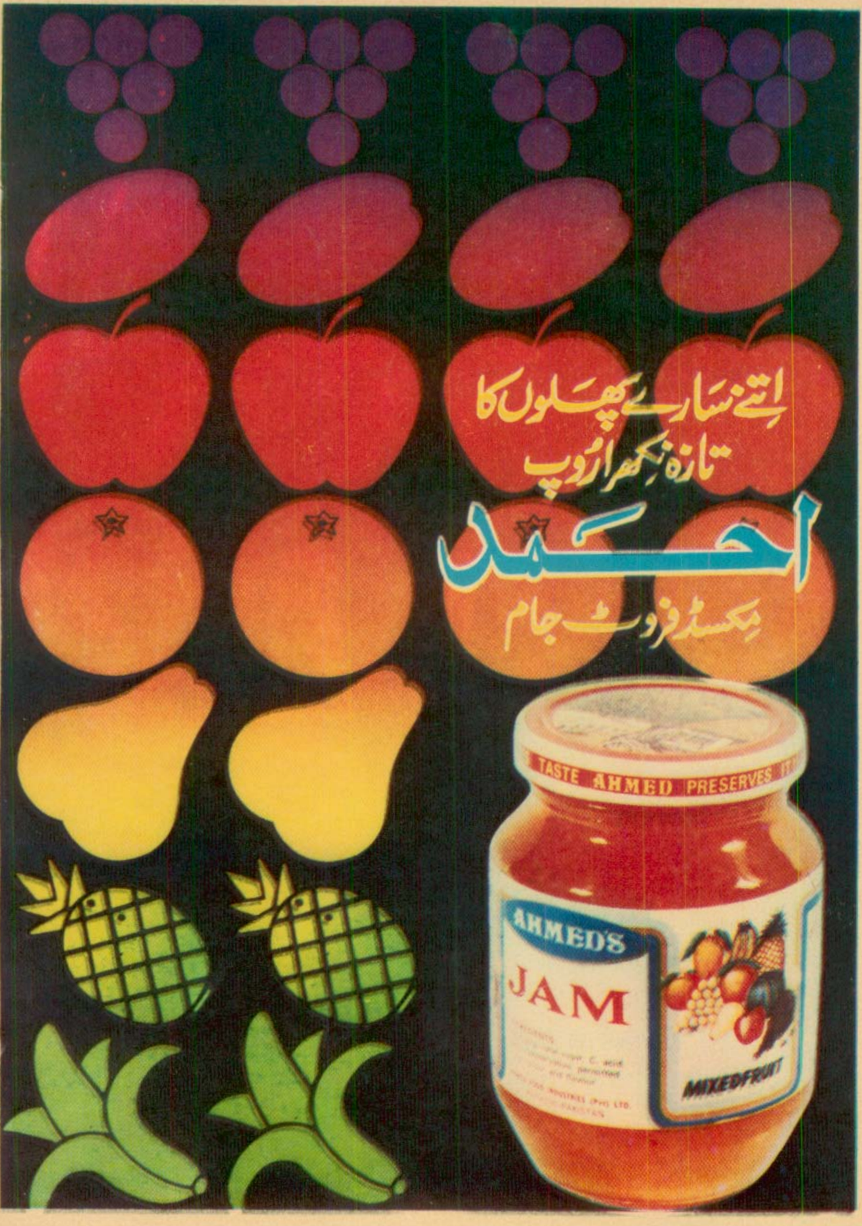

اتنے سارے پھلوں کا
تازہ نکھرا روپ
احمد
مکسڈ فروٹ جام
TASTE AHMED PRESERVES
AHMED'S
JAM
MIXEDFRUIT

قسط نمبر ۳
روی بھیس بدلتا ہے

عظیم سرور

چھاپہ

روی بچوں کی ایک فلم دیکھنے کے لئے گھر سے نکلا، ایک کار اس کے پاس آکر رکی۔ ایک شخص نے تیزی سے کار سے اُتر کر ایک رومال اس کی ناک پر رکھا، روی کا سر چکرانے لگا۔ اُسے ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں قید تھا۔ تھوڑی دیر میں اُسے کمرے سے نکال کر ایک بڑے سجے سجائے کمرے میں لے جایا گیا جہاں ایک تخت پر ایک موٹا سا شخص بیٹھا تھا۔ سب اس شخص کو گرو کہہ رہے تھے۔ روی کو کسی سیٹھ رفیق کے بیٹے کے دھوکے میں پکڑ کر لایا گیا تھا۔ روی نے بتایا کہ وہ سیٹھ رفیق کا بیٹا نہیں ہے۔ فوراً سیٹھ رفیق کے بیٹے کی تصویر منگوائی گئی اور پتہ چلا کر موٹے گرو کے آدمیوں نے غلطی کی تھی۔ موٹے گرو نے سیٹھ رفیق کے بیٹے کو پکڑنے کے لئے کہا اور روی کے بارے میں کہا کہ اُسے بھی ختم کردو کیونکہ اس نے ہم لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ روی کو کمرے میں بند کرتے وقت وہ شخص کلوروفارم کی شیشی کمرے میں چھوڑ گیا اس شیشی کو لے کر روی آئندہ لمحوں کا انتظار کرنے لگا۔ ایک شخص کھانا لے کر آیا تو روی نے اُسے بیہوش کیا اور پھر وہاں سے نکل کر موٹے گرو کے کمرے سے چابیاں نکال کر بنگلے سے باہر پہنچ گیا۔ باہر نکل کر اُس نے دیکھا یہ شہر کا فیشن ایبل علاقہ تھا۔ اُس نے ایک رکشہ روکا، اُسے اپنے محلے کا پتہ بتایا۔ رکشہ تیزی سے اُس کے گھر کی طرف دوڑنے لگا۔ لیکن اُس سے زیادہ تیزی سے روی کا دماغ دوڑ رہا تھا۔ جس میں نہ جانے کیا کیا باتیں آ رہی تھیں۔

روی گھر پہنچا تو اس کی امی نے خوشی سے گلے لپٹا لیا۔ محلے کی عورتیں بھی جمع ہو گئیں۔ سب کو مٹھائی تقسیم کی گئی۔ ابو روی کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے وہ رات دیر سے واپس لوٹے روی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ روی نے پورا قصہ بیان کیا۔ پھر ان لوگوں نے اسی وقت سیٹھ رفیق کے گھر کا نمبر ڈائرکٹری میں تلاش کر کے انہیں تفصیلات بتا کر کہا کہ اپنے بیٹے کی حفاظت کریں۔ آپ کا کوئی دشمن آپ کے لڑکے کو اغواء کرنا چاہتا ہے۔ سیٹھ رفیق اپنی کار میں روی کے گھر آئے۔ روی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ اور روی اور اس کے ابو کے ساتھ "پولیس اسٹیشن" اس واقعہ کی رپورٹ لکھانے چلے گئے۔

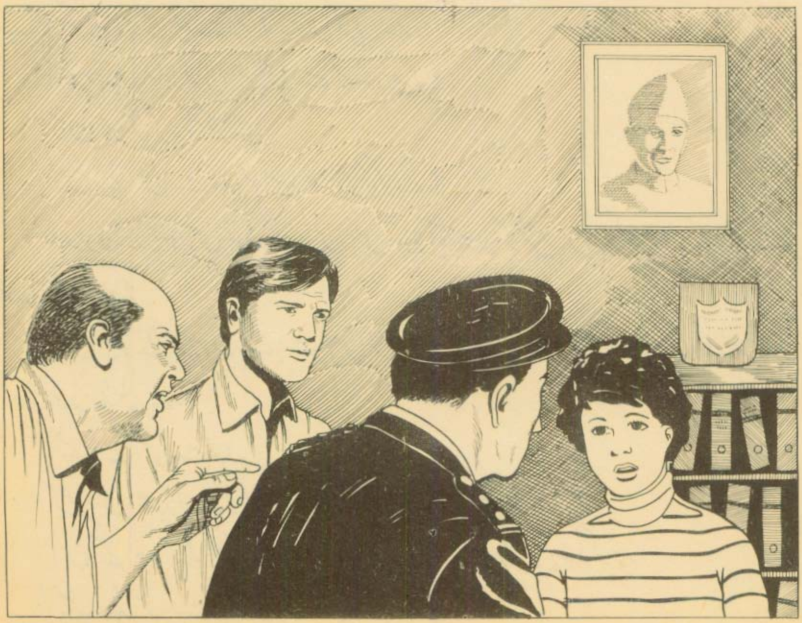

رات کی ڈیوٹی والے اسسٹنٹ انسپکٹر نے رومی کی ساری کہانی سننے کے بعد کہا۔
جناب یہ تو واقعی بہت بڑا کیس ہے۔" میں انسپکٹر صاحب کو خبر کرتا ہوں"۔
ایک سپاہی کو انسپکٹر صاحب کے گھر روانہ کر کے وہ سپاہیوں کو تیاری کا حکم دینے چلا گیا۔
اسسٹنٹ انسپکٹر کے کمرے میں صرف رومی، اس کے ابّا اور سیٹھ رفیق رہ گئے۔ رومی کے ابّا نے سیٹھ رفیق سے پوچھا۔
" سیٹھ صاحب دماغ پر زور ڈالیے آپ کا دشمن کون ہو سکتا ہے"
سیٹھ رفیق سوچ میں گم ہو گئے۔ کافی دیر سوچنے کے بعد وہ ایک دم چونک پڑے۔
" یاد آگیا صاحب! سیٹھ رفیق کے ہاتھ کانپ رہے تھے" مجھے یاد آگیا"۔
اب سے تین چار مہینے پہلے میرے پاس ایک موٹا سا آدمی دو تین آدمیوں کے ساتھ آیا تھا۔ مجھ سے اُس نے اکیلے میں بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں اُسے ایک طرف لے گیا تو اُس نے مجھ سے کہا کہ آپ لوگ جو گھڑیاں باہر سے منگواتے ہیں۔ ہم وہی گھڑیاں آپ کو تقریباً آدھی قیمت پر دے دیا کریں گے۔
" آئندہ آپ سارا مال ہم ہی سے خریدیں"۔
میں سمجھ گیا کہ یہ اسمگلر ہے۔
" میں نے اس سے کہا ہم ایسا کام نہیں کرتے"۔
وہ بولا" دیکھو میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تم یہاں پر گھڑیوں کے سب سے بڑے تاجر ہو"۔
میں چھوٹے آدمیوں سے بات نہیں کرتا۔ اور جس سے بات کرتا ہوں اُس کو میری بات قبول کرنی پڑتی ہے۔
" میں نے اُس سے کہا۔
کہ میرا ابھی اصول ہے کہ میں اسمگلنگ کا مال نہیں خریدتا۔"
اس کے بعد موٹا آدمی کہنے لگا۔ ذرا اچھی طرح سوچ کر فیصلہ کرو۔
" میں نے اُس سے کہا کہ میرا آخری فیصلہ ہے"۔

اُس پر موٹا آدمی بہت غصّے میں واپس ہوا۔ اور جاتے جاتے یہ کہہ گیا تھا۔
" سیٹھ میں تجھ سے اِس گستاخی کا بدلہ لے لوں گا۔"
رومی کی سمجھ میں ساری بات آ گئی۔
اب تک وہ موٹے گرو کے اُس فقرے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔
جو اُس نے رومی کو دیکھ کر کہا تھا کہ۔
" اب پوچھوں گا میں سیٹھ رفیق سے۔"
تو موٹے گرو کا منصوبہ یہ تھا کہ سیٹھ رفیق کے بیٹے کو اغوا کر کے سیٹھ صاحب سے شرطیں طے کرتا۔ اور انہیں مجبور کر کے اسمگلنگ والے جُرم میں شامل کر لیتا۔
انسپکٹر صاحب آئے تو رومی ایک بار پھر سارا واقعہ سنانے لگا۔
رات کی ڈیوٹی والا اسسٹنٹ انسپکٹر فائلوں میں سے کچھ تلاش کر رہا تھا۔
رومی پورا واقعہ سُنا کر فارغ ہوا تو سیٹھ رفیق نے اپنا واقعہ بیان کیا۔
اتنے میں اسسٹنٹ انسپکٹر نے ایک فائل کھول کر انسپکٹر صاحب کے سامنے رکھ دی۔
انسپکٹر صاحب کچھ دیر تک اُسے پڑھتے رہے۔ پھر بولے۔
" سیٹھ صاحب"! یہ واقعی ایک بہت بڑا اسمگلر ہے۔
وہ صرف گھڑیاں ہی نہیں بہت کچھ اسمگل کرتا ہے۔ ہمارا محکمہ بہت عرصے سے اِس کی تلاش میں ہے۔"
کتنی دفعہ ہم نے چھاپے بھی مارے، لیکن وہ ہر بار بچ کر نکل جاتا ہے خیر اس مرتبہ تو وہ دربار سجائے بیٹھا ہے۔ ہم آسانی سے پکڑ لیں گے۔
پھر انہوں نے رومی کے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔
" بیٹے! تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔"
رومی تو اللہ سے یہی دُعا مانگ رہا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں سے موٹے گرُو کی گرفتاری ہوتے ہوتے دیکھنا چاہتا تھا۔
انسپکٹر نے گھنٹی بجا کر ایک سپاہی کو بلایا اور پوچھا۔
" سب لوگ تیار ہیں "؟

"جی ہاں جناب" سپاہی نے سیدھے کھڑے ہوکر جواب دیا۔
انسپکٹر صاحب نے اپنی ٹوپی پہنتے ہوئے رومی، اُس کے ابّا اور سیٹھ رفیق سے کہا۔
"آیئے جی! آپ لوگ میرے ساتھ۔"
کمرے سے باہر نکل کر وہ انسپکٹر صاحب کے ساتھ جیپ میں بیٹھ گئے اور جیپ رومی کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے لگی۔
جیپ کے پیچھے ایک ٹرک تھا، جس پر مسلّح پولیس کے سپاہی سوار تھے۔
رومی کے بتائے ہوئے بنگلے کے سامنے پہنچ کر جیپ رُک گئی۔
انسپکٹر صاحب جیپ سے اترے، انہوں نے ٹرک رُکوایا اور بنگلے کی طرف اشارہ کیا۔ پولیس کے سپاہی تیزی سے ٹرک سے اُتر کر بنگلے کے چاروں طرف پھیل گئے۔
انسپکٹر صاحب نے جب دیکھا کہ بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ تو انہوں نے بڑے گیٹ کو اپنی چھڑی سے کھٹکھٹایا۔ اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔
انہوں نے جھانک کر دیکھا۔
اندر تمام بتیاں جل رہی تھیں۔ ایک بار پھر وہ پھاٹک کو زور سے کھٹکھٹا کر اندر سے جھانکنے لگے۔
انہیں کوئی آدمی نظر نہ آیا۔
وہ تھوڑی دیر انتظار کرتے رہے۔

پھر انہوں نے سپاہیوں کو بنگلے کے اندر جانے کا حکم دیا۔
چار سپاہیوں نے حکم کی تعمیل کی اور اندر سے گیٹ کھولدیا۔
انسپکٹر صاحب چند لمحے رُک کر جائزہ لیتے رہے۔ پھر وہ اندر داخل ہوگئے۔
رومی، سیٹھ رفیق اور رومی کے والد کو ایک محفوظ جگہ کھڑا کر کے انسپکٹر صاحب نے سپاہیوں کو جھاڑیوں کی اُوٹ میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ سب سپاہی پوزیشن لے چکے تو ایک سپاہی کے ساتھ آگے بڑھے۔
گیلری میں ایک ستون کے پیچھے کھڑے ہوکر انہوں نے سپاہی سے کہا کہ دروازے پر دستک دے۔

سپاہی نے دستک دی۔ لیکن کوئی جواب نہ آیا۔
دوسری دستک۔ پھر تیسری بار کافی دیر کھٹکھٹانے کا جواب بھی صفر نکلا تو انسپکٹر
صاحب نے سپاہی کو اندر داخل ہونے کا حکم دیا۔
سپاہی کمرے کے اندر داخل ہوا اور تھوڑی دیر میں باہر نکل کر اُس نے بتایا کہ
کمرہ بالکل خالی ہے۔
انسپکٹر صاحب نے دوسرے کمرے کو دیکھنے کا حکم دیا۔
وہ بھی خالی تھا۔ اس طرح انہوں نے ایک ایک کمرہ دیکھ لیا پورا بنگلہ خالی تھا۔ اُن کا
دل کہتا تھا کہ بنگلے کے باہر کے گیٹ کو اندر سے بند کر کے شاید پورا گروہ کسی ایک کمرے میں چھپ
گیا ہو۔ اور وہاں سے وہ پولیس کا مقابلہ کرے۔ لیکن انہوں نے موٹر گیراج تک دیکھ ڈا
کہیں بھی کسی آدمی کا نشان نہ تھا۔
پھر انہوں نے سوچا۔
بہت ہی چالاک لوگوں کا گروہ ہے۔
ہمیں الجھائے رکھنے کے لئے ایک آدمی سے پھاٹک کو اندر سے بند کروالیا ہوگا۔
اور بعد میں وہ آدمی دیوار پھاند کر باہر نکل آیا ہوگا۔
اتنی کوشش اور کارروائی کے باوجود انہیں ناکامی ہوئی۔
وہ یہ سوچ کر چلے تھے کہ "آج مجرم کا خاتمہ کردیں گے"۔ لیکن یہاں ناکامی نے ان کا
استقبال کیا۔
اچانک اُن کے ذہن میں ایک خیال آیا۔
اور وہ تیزی سے اس جگہ آئے۔ جہاں رومی وغیرہ کو کھڑا کر گئے تھے۔
انہوں نے رومی سے پوچھا۔
" بیٹے تمہیں اچھی طرح یاد ہے۔ یہ ہی بنگلہ ہے وہ"
رومی بولا "جی ہاں"
" وہ سامنے والا کمرہ ہے نا اُس میں مجھے قید کر رکھا تھا۔ انہوں نے"
سیٹھ رفیق ہانپتے ہوئے بولے۔

" انسپکٹر صاحب پکڑے گئے وہ لوگ یا نہیں "
انسپکٹر بولے "یہ بنگلہ تو خالی پڑا ہے۔"
سیٹھ رفیق بولے۔
" تو پھر اسی طرز کا کوئی اور بنگلہ تو نہیں اس علاقے میں ؟"
انسپکٹر صاحب بولے۔
" ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے "
رومی بولا۔
" جی نہیں! میں نے اس بنگلہ کا نمبر دیکھ لیا تھا۔ اور پھر جاتے وقت یہ بھی ذہن میں رکھا تھا کہ یہ چوراہے سے پانچواں بنگلہ ہے "
انسپکٹر صاحب بولے۔
" پھر تو مجرم ہم سے تیز نکلا "
سیٹھ رفیق حیرت ناک انداز میں بولے۔
"کیا ہوا انسپکٹر صاحب "
" وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا "
پھر انسپکٹر صاحب نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ جھاڑیوں کی اوٹ سے نکل کر ٹرک میں بیٹھ جائیں۔
سپاہی آہستہ آہستہ ٹرک کی طرف بڑھنے لگے۔ اور انسپکٹر صاحب ساتھ کے بنگلے کی گھنٹی بجانے لگے۔
دو تین منٹ کے بعد چوکیدار آیا۔
انسپکٹر صاحب نے اس سے پوچھا۔
" ساتھ والا بنگلہ کس کا ہے "
چوکیدار نے جواب دیا۔
" یہ بنگلہ چودھری برکت علی کا ہے۔"
انسپکٹر صاحب نے پوچھا۔

" وہ کہاں رہتے ہیں "
چوکیدار بولا۔
" وہ اگلی سڑک کے تیسرے بنگلے میں رہتے ہیں۔ یہ بنگلہ کرایہ داروں کو دیا ہوا ہے"
انسپکٹر صاحب نے پھر پوچھا۔
" کرائے دار کون ہیں؟ "
چوکیدار نے بتایا "کوئی نواب صاحب ہیں جی۔
بہت سے نوکروں کے ساتھ آکر ٹھہرے ہوئے ہیں "
انسپکٹر صاحب جیپ پر بیٹھ کر چوکیدار کے بتائے ہوئے بنگلے پر پہنچے۔
چوہدری برکت علی سے اُن کے کرائے داروں کے بارے میں پوچھا۔
وہ کہنے لگے۔
" یہ نئے کرائے دار ہیں۔ ایک ہفتہ پہلے آئے ہیں۔
تین ماہ کا کرایہ پیشگی ادا کر چکے ہیں "
انسپکٹر صاحب نے کہا۔
" آپ کو کچھ معلوم ہے کیسے آدمی ہیں وہ "
چوہدری صاحب بولے۔
" جی مجھے اتنی فرصت کہاں کہ آدمی کو پرکھتا پھروں "
مجھے کرائے سے غرض ہے، اور وہ انہوں نے تین مہینے کا پہلے ہی دے دیا ہے۔
پھر جب انسپکٹر صاحب نے بتایا کہ اُس کے کرائے دار بھاگ گئے ہیں تو چوہدری صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

پھر کیا ہوا ... ؟ موٹے گرو کا ٹولا فرار ہو گیا یا ذہین رومی نے پولیس کی مدد سے کچھ کر دکھایا۔
آئندہ شمارے میں پڑھیے

ٹرانزسٹر، ٹارچ اور کھلونوں کیلئے بہترین

الہ دین بیٹری سیل

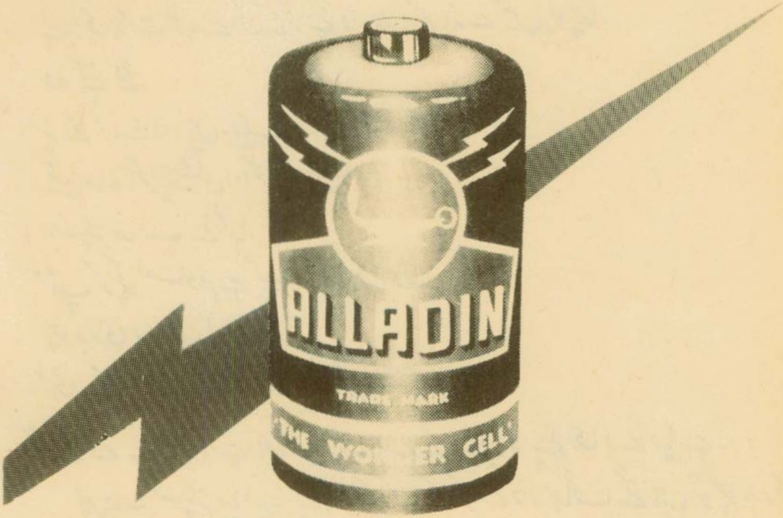

زیادہ قوّت — زیادہ دیرپا
مکمل طور پر قابلِ اعتماد - لیک پرُوف

086.MIL 5

PARAGON

"حق اسکواڈ" کے عنوان سے خوبصورت کہانیاں لکھنے والے ہمارے ساتھی اخلاق احمد کے شیرخوار بیٹے کا گزشتہ دِنوں انتقال ہوگیا ہے۔ اناللہ وانا علیہ راجعون۔

ایک معصوم اور شگفتہ پھول کے کم ہو جانے سے جو دُکھ اخلاق اور ان کے اہلِ خانہ کو پہنچا ہو گا، ادارے کے تمام افراد اور قارئین ساتھی اس دُکھ میں برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اخلاق اور ان کے سب گھر والوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور ان کی عمر دراز کرے۔ اس موقعہ پر ہم رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیغام اخلاق احمد کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ پیغام نبی کریمؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے فرزند کے انتقال کے موقع پر انہیں بھجوایا تھا۔

"تم پر سلامتی ہو، میں تعریف کرتا ہوں اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد اللہ تمہیں بڑے اجر عطا کرے، ہمیں اور تمہیں شکر ارزانی فرمائے۔ بیشک ہماری جانیں، مال، اور ہماری اولادیں اللہ بزرگ و برتر کی بہترین بخششوں میں سے ہیں۔ اور مستعار امانتیں ہیں۔ جن سے ہم ایک مدت مقررہ تک فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور وہ انہیں وقت مقررہ پر قبضہ میں لے لیتا ہے پھر ہم پر واجب ہے شکر جب وہ عطا کرے اور صبر واجب ہے جب وہ آزمائش میں ڈالے تمہارا بیٹا اللہ کریم کی بخششوں میں سے تھا، اور مستعار امانتوں میں سے اللہ نے اسے تمہارے لئے قابلِ رشک اور باعث مسرّت بنایا تھا، اس نے اسے تم سے لے لیا، ایک کثیر اجر کے بدلہ میں۔ رحمت و برکت اور ہدایت ہو گی (تم پر) اگر تم صبر سے کام لوگے لہذا صبر کرو اور تمہاری بے صبری تمہارے اجر کو ضائع نہ کر دے کہ پھر تم نادم ہو اور خوب یاد رکھو کہ بے صبری سے کچھ واپس نہیں ملتا۔ اور صبر سے کام لو۔ بیشک اللہ تعالیٰ نیکو کار لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

شریکِ غم، ادارہ

نونہالانِ وطن کے نام

ایک پیغام

پڑھنے لکھنے سے ہو گا کام
ٹھیک نہیں ہے اب آرام
محنت ہو بس صبح و شام
چمکاؤ دنیا میں نام

عطیہ
اشتہار
راوی گلاس
ا۔ دیال سنگھ مینشنز دی مال۔ لاہور

مسئلے کا حل

سیّد عبدالودود شاہ

دروازہ دھڑ سے کھلا۔ تو انہوں نے چونک کر دیکھا۔ ببّی اندر گھستی چلی آ رہی تھی۔ انہوں نے حیرت زدہ ہو کر اسے دیکھا۔ اس طرح وہ پہلے کبھی گھر میں داخل نہیں ہوئی تھی۔

"ببّی۔"! انہوں نے آواز دی۔ ببّی اپنے کمرے کی طرف جاتے جاتے رُک گئی۔ "جی مما!"

"اِدھر آؤ۔"! انہوں نے بلایا۔

ببّی نے سر جھٹکا بستہ کندھوں سے اتار کر قریب کسی چیز پر ڈال دیا اور تھکی تھکی سی چلتی ہوئی ان کے پاس پہنچ گئی۔

"جی مما۔ آپ نے ہم کو بلایا۔ ہم سمجھے کہ آپ اپنے کمرے میں ہوں گی۔"!

"نہیں بیٹی۔ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔ آج شبنم کی سالگرہ میں جانا ہے اس نے دوپہر کو ہی بلایا تھا۔ جاؤ گی نہیں۔"!

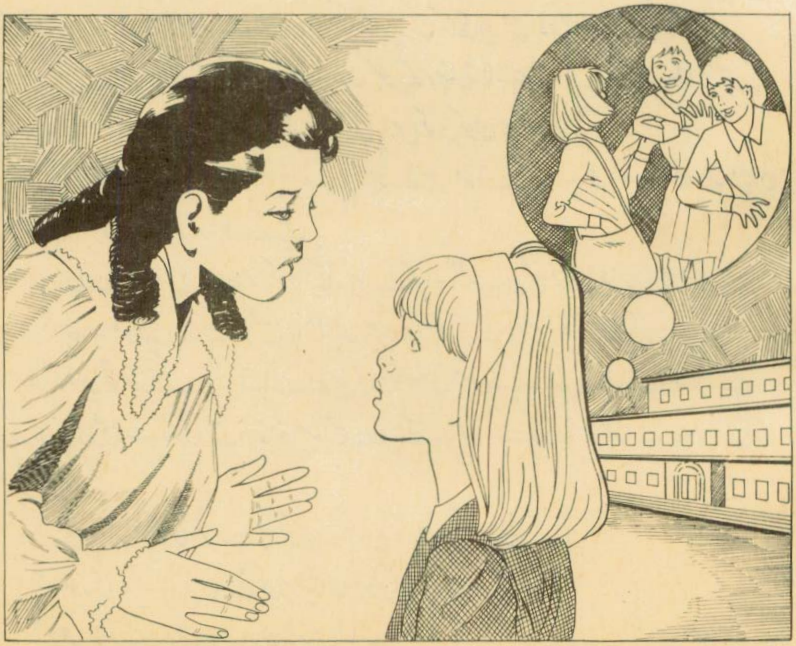

"نہیں ممّا"! اس نے سر جھٹکا۔
"کیوں۔۔"! انہوں نے تعجب سے پوچھا۔ صبح تو تم خود بہت شور مچا رہی تھیں"!
"بس ہمارا جی نہیں چاہتا"! ببّی نے کہا۔ انہوں نے غور سے دیکھا۔
"کیا لڑائی ہوئی ہے کسی سے"؟ ببّی نے کچھ سوچا۔۔۔ وہ جھوٹ نہیں بولتی تھی سچ کہنے سے کیا ہوتا۔۔ "جی بس ہمارا دل نہیں کرتا جانے کو۔"!
"کیا بات ہوئی"
"ممّا آج ہمیں پھر انٹرول میں بھوکے رہنا پڑا۔۔"! آخر اس نے کہہ ہی دیا۔
"ہائیں۔ وہ کیوں؟"
"آپ جو لنچ بکس دیتی ہیں۔ اس میں سے روزانہ کوئی نہ کوئی چیز غائب ہو جاتی ہے"۔
"اوہ۔ اچھا۔؟" ممّا نے کہا
اس نے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ ممّا اسے غور سے دیکھ رہی تھیں۔
"آج تو پورا بکس ہی غائب تھا۔ ہم کو کھانے کو کچھ نہ ملا۔ اسکول کے باہر بہت سارے ٹھیلے والے آتے ہیں۔ مگر آپ کو معلوم ہے ناکہ ان کی ساری چیزیں گندی، باسی اور خراب ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم ان سے کچھ نہیں لے سکتے اب بھوکے رہنا پڑتا ہے"۔! اس نے ایک ہی سانس میں کہہ دیا۔ ممّا کسی سوچ میں پڑ گئیں۔ "تمہارے آس پاس کون کون ہوتا ہے۔"!
"جی ہم اور تارا سب سے اگلی سیٹ پر ہوتے ہیں صرف پچھلی سیٹ صوفیہ اور شبانہ ہوتی ہیں۔ باقی لوگ دُور دُور ہوتے ہیں"!
اس نے کچھ تعجب سے ممّا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ یہ کیوں پوچھ رہی ہیں؟"
"اچھا۔ صوفیہ اور شبانہ کیسی لڑکیاں ہیں"؟ انہوں نے دوسرا ہی سوال کر دیا۔
"صوفیہ تو ٹھیک ہے۔ شبانہ سے میری دوستی نہیں ہے۔ بہت غریب گھر کی ہے۔ اور ندیدی بھی۔۔۔"! ببّی کے الفاظ منہ میں رہ گئے۔ ممّا اسے کچھ دوسرے انداز سے دیکھ رہی تھیں۔
"ببّی چاند۔ کوئی غریب ہو تو ہو۔ ندیدہ یا بُرا نہیں کہتے۔۔"!
"سوری ممّا۔"! اس نے کچھ پریشان ہو کر کہا "اب ہم کیا کریں"؟
"اچھا بتاؤ جس وقت تمہاری چیزیں غائب ہوتی ہیں اس وقت کلاس میں کون کون ہوتا ہے"؟

"جی سب باہر چلے جاتے ہیں۔ لیکن صوفیہ اور شبانہ عام طور پر اندر ہی رہتی ہیں۔ دونوں کلاس ہی میں اپنا لنچ کھاتی ہیں"۔

"اور تم خود کہاں ہوتی ہو"؟

"ہم تو پہلے گراؤنڈ میں کھیلنے چلے جاتے ہیں وہاں سے آکر کھاتے ہیں مگر اب تو روزانہ چیزیں غائب ہونے کی وجہ سے باہر جانا چھوٹ گیا ہے۔ آج گئے تو پورا بکس ہی غائب ہو گیا"۔

"اچھا ۔!" مما مسکرائیں۔" اس کا بہت آسان حل ہے۔ کہو جو ہم کہیں گے کرو گی"؟

"جی۔!" بیّ نے حیران ہو کر کہا "وہ کیسے"؟

مما پھر مسکرائیں۔" اچھا لو۔ ہم کل سے تم کو ایسا بکس بنا کر دیں گے جس میں تم چاروں مل کر کھا سکو۔"!

"کون چاروں"؟ بیّ نے تعجب سے پوچھا "کلاس میں تو صرف ہماری اور تارا کی دوستی ہے"۔

"میرا مطلب ہے تم دونوں اور صوفیہ اور شبانہ۔"

"ہیں ۔ صوفیہ اور شبانہ کیوں"؟ بیّ نے حیرت سے موٹی موٹی آنکھیں جھپکائیں "یہ تم خود دیکھ لو گی۔ اس کے بعد تمہارا لنچ بکس بھی غائب نہیں ہوگا"۔

بیّ نے کچھ سوچا۔ پھر گہرا سانس لیا۔

"اوہ مما۔! بیّ بات سمجھ گئی۔ بہت بہت شکریہ آپ کا۔"!

"اور بیّ چاند۔ جب تم انہیں اپنے پاس سے کھلاؤ گی تو وہ تمہاری دوست بھی بن جائیں گی۔ اور تمہیں شکایت بھی نہیں ہو گی"۔

"بہت اچھا مما"!

"ہاں ۔ ایک بات اور بیٹی۔"! مما کچھ کہتے کہتے رک گئیں۔" تم بتاؤ ہم کیا کہنے والے ہیں"؟ بیّ نے کچھ سوچا ۔ گہرا سانس لیا۔ پھر مما کی طرف دیکھا۔" جی مما۔ ہم نے یہ سیکھا کہ کسی کا مذاق نہیں اڑانا چاہیئے۔ چاہے وہ خرابی اس میں کتنی بھی ہو ۔ اور کوئی ہمارے ساتھ برا بھی کرے تو ہمیں اس سے اچھا سلوک کرنا چاہیئے۔"!

مما آہستہ سے آگے بڑھ کر جھکیں اسے بازوؤں میں لپیٹ کر اس کے نرم نرم گالوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔ بیّ مما سے لپٹتی چلی گئی۔

ہماری غذا

آج ہمیں ناشتہ ذرا دیر سے ملا۔ وجہ یہ تھی کہ کل سے امّی کو بخار آرہا ہے۔ باجی کو ناشتہ بنانا پڑا۔ کھانا پکانا تو الگ رہا انہیں آگ جلانا بھی نہیں آتی۔ بہت مشکل سے چولہا جلا۔ آٹھ بج گئے منی بھوک بھوک چلانے لگی۔ امی کے کہنے پر باجی نے اسے رات کی باسی روٹی اور شکر دے دی۔ وہ باسی اور تازہ کی پروا نہیں کرتی۔ یوں بھی جب دیکھو کھاتی رہتی ہے۔ بکری کی طرح منہ چلا کرتا ہے۔ جبھی تو اسکا پیٹ خراب رہتا ہے۔ اکثر بیمار ہو جاتی ہے۔

مجھے بھی بھوک لگی تھی۔ مگر میں نے صبر کیا۔ سوچا باسی کھانا کھا کر اپنا پیٹ کون خراب کرے دلیا بن رہا ہے۔ دودھ گرم ہو رہا ہے۔ ابھی تیار ہوا جاتا ہے۔ ناشتہ تیار ہو گیا۔ ہم نے ناشتہ کیا۔ منّی بھی ہمارے ساتھ شریک ہوئی۔ میں اگر ایک بار کھا لوں تو جب تک دوسرے کھانے کا وقت نہ آجائے کچھ نہیں کھاتا۔ کھانے پر کھانا بیماری کی جڑ ہے۔

ناشتے میں ہم لوگ اکثر دودھ اور دلیا کھاتے ہیں۔ کبھی کبھی امّی میٹھی کھیر بنا دیتی ہیں۔ کسی کسی دن کھچڑی بھی پک جاتی ہے۔ سردی یا بارش کے دن چائے کے ساتھ پھلکیاں اور پوریاں وغیرہ بن جاتی ہیں۔ منّی ناشتے کو بھی کھانا سمجھتی ہے۔ اور خوب پیٹ بھر کر کھاتی ہے۔ میں تو ناشتے کو ناشتہ سمجھتا ہوں۔ اسی لئے میرا ناشتہ بہت ہلکا ہوتا ہے۔

دوپہر کے وقفے میں ہم سب کھانا کھاتے ہیں۔ کھانے میں اکثر روٹی اور سالن ہوتا ہے۔ سالن میں کبھی گوشت ہوتا ہے۔ کبھی ترکاری۔ کبھی ساگ بھاجی۔ کبھی صرف دال۔ دال کے ساتھ امّی پیاز، ٹماٹر، دھنیا یا پودینہ چٹنی بنا دیتی ہیں جس سے کھانا بہت مزے دار ہو جاتا ہے۔ جاڑے میں کسی دن مچھلی پک جاتی ہے۔ چاول ہمارے گھر بہت کم پکتا ہے۔ تقریبوں، تہواروں یا مہمانوں کے آنے پر بریانی اور میٹھے چاول بن جاتے ہیں۔ چپاتی خمیری اور بیلن والی سبھی طرح کی پکتی ہیں

چار بجے اسکول کی چھٹی ہوتی ہے۔ سہ پہر کو ہم پھر ناشتہ کرتے ہیں۔

اس ناشتہ میں عموماً پھل ہوتے ہیں۔ کبھی کیلے، کبھی امرود، کبھی کینو، سنگترے، کبھی انگور کبھی گاجر اور کبھی ٹماٹر کا ناشتہ کر لیتے ہیں۔ اگر کچھ نہ ہو تو امی پیسے دے دیتی ہیں۔ منی اپنے پیسوں کی مٹھائی، آئس کریم یا کوئی چاٹ کھا لیتی ہے۔ مگر میں کوئی تازہ پھل لے کر کھاتا ہوں۔ مجھے گندی مٹھائیوں اور چاٹ والوں کی گندگی سے نفرت ہے۔ ان کی چیزیں کھلی رہتی ہیں۔ ان پر مکھیاں بھی بھنکتی ہیں۔ آئس کریم سے دانت کو نقصان پہنچتا ہے۔ ایسی چیزیں خریدنے سے پیسہ بھی جائے اور صحت بھی خراب ہو۔

رات کا کھانا ہم مغرب کے بعد کھا لیتے ہیں۔ اس وقت کا کھانا بھی دوپہر کی طرح ہوتا ہے۔ منی کھا کر فوراً لیٹ جاتی ہے۔ مگر میں ذرا دیر تک جاگتا رہتا ہوں۔ اسکول کا سبق یاد کرتا ہوں۔ ہوم ورک بھی کرنا پڑتا ہے۔ عشا کی نماز پڑھ کر سو جاتا ہوں۔

آپ نے تو سنا ہی ہوگا کہ صحت مند جسم میں ہی صحت مند دماغ بستا ہے۔ اگر آپ دنیا میں کوئی بڑا کام کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اپنی صحت پر توجہ دیں۔ آپ نے کسی سے یہ بھی سنا ہوگا کہ فلاں شخص جوانی میں ہی بوڑھا ہو گیا۔ جو بچے شروع سے اپنی صحت پر توجہ نہیں دیتے وہ جوانی میں ہی بوڑھے نظر آنے لگتے ہیں۔ جسم میں چستی، پھرتی، تازگی اور چہرے پر سرخی اور رونق یہی جوانی کا حسن ہے اگر آپ نے اس جانب ابھی تک کوئی توجہ نہیں کی ہے تو آیئے ہم اس سلسلے میں آپ کو چند بنیادی باتیں بتاتے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی اس سلسلے میں رہنمائی کرتے رہیں گے۔

سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ روزانہ کی خوراک میں ہمارے جسم کو کھلنے کی کن کن اجزا کی ضرورت ہے اور اس کی مقدار کیا ہونی چاہیئے۔

کیلوریز	۲۷۰۰	وٹامن اے	۵۰۰۰ انٹرنیشنل یونٹ
پروٹین	۵۶ گرام	تھیامن ایسکوربک ایسڈ	۱٫۴ ملی گرام
کیلشیم	۰٫۶۸ ″	ریبوفلیوِن	۱٫۶ ″ ″
لوہا	۱۰ ملی گرام	نیاسِن	۱۸ ″ ″

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان اجزاء کو کن کن غذاؤں سے اور کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس

سلسلے میں ماہرین نے غذاؤں کو سات اقسام میں تقسیم کرکے یہ بتایا ہے کہ انہیں سے ہر قسم کی غذا میں سے کوئی نہ کوئی چیز ہماری خوراک میں روزانہ شامل ہونی چاہیے۔ وہ سات اقسام ہیں، پھل، سبزی، دودھ، انڈا، مکھن، غلّہ اور پروٹین کی غذا۔ لیکن اب مزید آسانیاں فراہم کرتے ہوئے اسے صرف چار اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے آپ ذرا اسے غور سے پڑھیں۔

دودھ گروپ

دودھ کو لازمی غذا کے طور پر لینا چاہیئے۔ چھوٹے بچوں کو ۳، کپ دودھ روزانہ پلانا چاہیئے ۱۳، سال سے ۲۰، سال کی عمر تک ۴ یا ۴، سے زیادہ کپ لینے چاہیے۔ بڑوں کو ۳ یا اس سے زیادہ کپ پینا ضروری ہیں۔ بچے کی پیدائش سے قبل عورتوں کو ۳ یا اس سے زیادہ کپ پینے چاہیں۔ اور زچہ کے لئے ۴ یا اس سے زیادہ کپ ضروری ہیں۔

پروٹین گروپ

لوبیا، مٹر، سیم، انڈا (ہفتہ میں کل تعداد ۲، سے ۴ تک) مچھلی، شکار کئے ہوئے پرندوں کا گوشت اور مرغ وغیرہ، گوشت یا اسکا متبادل۔

اس گروپ میں سے کم از کم دو چیز روزانہ آپ کے کھانے میں شامل ہونی چاہیئے۔

سبزی گروپ

ہر دوسرے دن آپ کو ایک ایسی سبزی ضرور استعمال کرنی چاہیئے جو گہرے سبز رنگ کی ہو یا گہرے پیلے رنگ کی (اسمیں وافر مقدار میں وٹامن اے موجود ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ روزانہ کم از کم ایک رس دار پھل یا کوئی بھی پھل ضرور کھانا چاہیئے اس سے جسم کو وٹامن سی ملتا رہے گا۔ دوسری سبزیاں بہ شمول آلو حسب خواہش استعمال کرنا چاہئیں

روٹی غلّہ گروپ

اس میں روٹی، چاول، چنا اور دوسرے اناج شامل ہیں۔ اس میں سے کم از کم دو قسمیں آپ کے خوراک میں شامل ہونی چاہئے۔

اب آپ اپنی روزانہ کی غذاؤں کو دیکھیں۔ اگر یہ چیزیں آپ کی خوراک میں شامل ہیں تو آپ اچھی صحت کا لطف ضرور لے رہے ہوں گے۔

ماہنامہ

آنکھ مچولی

اچھا پڑھیے

آگے بڑھیے

آپ کی علمی ضرورت بھی ہے اور آپ کے ادبی
ذوق کی تسکین کا ذریعہ بھی

اسے باقاعدگی سے پڑھنے کے لئے اور اس کے حصول کو آسان بنانے کے لئے

ہماری (خصوصی بچت اسکیم) میں شامل ہو جائیے

اس میں مالی منفعت بھی ہے اور علمی فائدہ بھی

اسے حاصل کرنے کی ذمہ داری ہم پر ڈال دیجئے

ماہنامہ آنکھ مچولی (خصوصی بچت اسکیم) گرین گائیڈ اکیڈمی ڈی۔ ۱۱۲ سائٹ کراچی نمبر ۱۶

---

۱۲ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) عام ڈاک سے ۷۵/۴۰ روپے۔ رجسٹرڈ ڈاک سے ۱۲۰/۷۰ روپے

۲۴ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) عام ڈاک سے ۱۵۰/۸۰ روپے۔ رجسٹرڈ ڈاک سے ۲۴۰/۱۴۰ روپے

مالی فائدے کے علاوہ زحمت سے نجات رسالے کی بحفاظت ترسیل اور ۲ سال ممبر شپ پر قیمتی کتب بلا معاوضہ

- -

محدود مدت کی خصوصی بچت اسکیم

میں ماہنامہ "آنکھ مچولی کی خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہونا چاہتا / چاہتی ہوں
اس کوپن کے ساتھ ۱۲/۲۴ شماروں کی قیمت مبلغ...... روپے کا بینک ڈرافٹ / پوسٹل آرڈر
منی آرڈر کی رسید منسلک ہے ـــــ میرے نام حسب ذیل پتے پر ماہ ...... سے ماہنامہ
جاری کر دیا جائے۔

نام ـــــــــــــــــــــــــــــــ

مکمل پتہ ـــــــــــــــــــــــــــــــ

کوئی ضروری ہدایت ـــــــــــــــــــــــــــــــ

فون نمبر ـــــــــــــــ دستخط ـــــــــــــــ

سنا آپ نے

آنکھ مچولی کا خاص نمبر جنوری ۸۰ء میں

شائع ہو رہا ہے

خاص نمبر کے ساتھ ایک حسین ــــــــ ؟ بطورِ تحفہ

- ــــ انشاء اللہ جنوری کا آنکھ مچولی ہر اعتبار سے ایک منفرد اور خوبصورت نمبر ہوگا۔
- ــــ قلم کار اپنی نگارشات ۳۰ نومبر سے قبل بھجوادیں
- ــــ اپنے ہاکر کو ابھی سے "خاص نمبر" کے لئے کہہ دیں

آنکھ مچولی ایک رسالہ ــــــــ ہے بچوں کے پڑھنے والا

اس میں کھیل ذہانت کا ہے ــــــــ قصہ علم و حکمت کا ہے

معلومات بڑھائے گا یہ ــــــــ ہر دل پر چھا جائے گا یہ

بچوں کا محبوب رسالہ ــــــــ واہ بھئی واہ کیا خوب رسالہ

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

ڈاک ٹکٹ
یہاں لگائیں

ماہنامہ **آنکھ مچولی**

گرین گائیڈ اکیڈمی

ڈی ــــ ۱۱۲ ــــ سائٹ ــــ کراچی نمبر ۱۶

پاکستان

آئیے مقرر بنیں

محمد سلیم مغل

آپ کبھی یہ سوچتے تو ہوں گے کہ آپ بھی بہت اچھے مقرر کہلائیں .... آپ کو زبان پر عبور اور اظہار بیان پر دسترس ہو، اور آپ لفظوں کی ساحری سے لوگوں کو اپنا اسیر بنا لیں، آپ کا جی چاہتا ہوگا کہ آپ جو بات کہیں وہ دوسروں کے دل میں اترتی چلی جائے اور آپ اپنی شعلہ بیانی سے لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیں، اور دماغوں میں رچ بس جائیں ....

ایسا سوچنا آپ کا حق ہے اس لئے کہ اگر آپ ایسا سوچیں گے ہی نہیں تو اسے حاصل کیسے کریں گے، .... یاد رکھئے تعبیریں خواب کے بعد اور ارادہ، عمل سے پہلے ہوتا ہے ....

آپ اچھا مقرر بننا چاہتے ہیں تو آپ کا سب سے پہلا مسئلہ وہ مضبوط ارادہ ہے جو موڈ کی سردی گرمی کے ساتھ بدل نہیں جاتا .... ایک بار ابرہام لنکن کے ایک دوست نے اُسے لکھا کہ "میں ایک اچھا وکیل بننا چاہتا ہوں" لنکن نے جواب دیا ... " اگر تمہارا عزم مضبوط ہے تو تم آدھے وکیل بن چکے ہو" لنکن کی یہ مثال فنِ تقریر پر بھی صادق آتی ہے. اگر آپ نے مضبوط عزم کے ساتھ یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ آپ نے اچھا مقرر بن کر دکھانا ہے تو پھر لکھ لیجئے کہ آپ کو اچھا مقرر بننے سے کوئی نہیں روک سکتا، .....

اسٹیج پر آنے کی جھجک، مجمع کا سامنا کرنے کا خوف، ہوٹنگ کے پریشان کن اندیشے، یہ سب آپ کے عزم کا امتحان ہیں، ... یہ بات ذہن میں رہے کہ دنیا کے نامور مقررین بھی خوف اور جھجک کے ان مراحل سے گزرنے کے بعد ہی نامور مقررین کہلاتے ہیں... کوئی بھی شخص پیدائشی خطیب نہیں ہو سکتا، نہ ہی تقریر کا پہلا

دن اُس کے فنّ کی معراج ہوتا ہے، مارک ٹوین جب پہلی مرتبہ لیکچر دینے کے لئے کھڑا ہوا تو اُسے ایسا محسوس ہوا، جیسے کسی نے اُس کے منہ میں روئی ٹھونس دی ہو اور اس کی نبض ایسی تیز ہوگئی تھی جیسے دوڑنے کے کسی انعامی مقابلے میں حصّہ لے رہی ہوں، ...

لائیڈ جارج نے تسلیم کیا ہے کہ "جب میں نے پہلی مرتبہ تقریر شروع کی تو میرا بُرا حال تھا... میں فقط بات بنانے کی خاطر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ یہ حقیقت ہے کہ میری زبان تالو سے چپک کر رہ گئی تھی اور لبوں سے ایک لفظ نکالنا مشکل ہوگیا تھا..."

آپ دنیا کے کسی بھی خطّے کے مقرّرین کی ابتدائی تقریروں کا احوال پڑھ لیجئے ..... یہ گھبراہٹ اور پریشانی آپ کو ہر جگہ نظر آئے گی، لیکن یہ لوگ ناکام نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے اپنی جرات سے اپنے خوف پر قابو پایا اور اپنی مسلسل کوششوں سے فنِ تقریر پر عبُور حاصل کیا۔

آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ برطانوی پارلیمنٹ میں اگر کسی نوجوان کی تقریر غیر معمولی طور پر کامیاب رہے تو اُسے بُرا شگون سمجھا جاتا ہے، اس لئے کہ اس پارلیمنٹ سے نکلنے والے ہر کامیاب سیاستدان کی ابتدائی تقریر بڑی مایوسن کن ہوا کرتی تھی، تو اب یہ بات طے ہوگئی کہ عزم صمیم کے علاوہ دوسری اہم چیز خود اعتمادی یا جرأت ہے جو آپ کو اچھا مقرّر بننے میں مدد دیتی ہے۔ اب آپ آیئے۔ تقریر کی تیاری کریں۔

آپ اگر ابتدائی جماعتوں کے طالب علم ہیں یا آپ پہلی بار تقریر کرنے جا رہے ہیں تو آپ بغیر شرمائے اپنی تقریر کو کاغذ پر لکھ لیں یا کسی اچھے مصنّف سے لکھوالیں، ... اب آپ اپنی تقریر کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں ... رٹا لگائیں یا حفظ کریں لیکن اس بات کا خیال رہے کہ لکھی ہوئی تقریر کو لفظ بہ لفظ ازبر کر لینے کا سلسلہ زیادہ عرصہ جاری نہیں رہنا چاہئے .... دو تین بار کی کوشش کے بعد ذہن نشین کرنے کا طریقہ ذرا سا تبدیل کرلیں اور لکھی ہوئی تقریر کو بار بار پڑھیں، یہاں تک کہ تقریر کے درمیان سموئے ہوئے خیالات کی ترتیب اور تقریر کے بعض جملے آپ کو یاد ہوجائیں ...... پھر جب آپ تقریر کرنے جائیں تو خیالات کی اُسی ترتیب کو جوں کا توں اپنے لفظوں میں ڈھالیں اور بولتے چلے جائیں، خیالات کی موجودگی میں لفظ خود بخود اُمڈتے چلے آئیں گے، اس طریقۂ کار کے دو فوائد ہوں گے، نمبر ۱ آپ کا اپنی ذات پر اعتماد بڑھے گا نمبر ۲ خدانخواستہ کچھ بھول جانے کی صورت میں لڑکھڑانے کے بجائے آپ خود کو سنبھال لیں گے، اور یوں آپ کو مشکل حالات پر قابو پانا آجائے گا،

تیسرا مرحلہ دراصل ترقی کا تیسرا زینہ ہے ..... اس مرحلے میں پوری تقریر لکھنے کے بجائے آپ تنہائی میں بیٹھ کر تقریر کے موضوع پر سوچئے ..... خوب سوچئے ..... ہر ہر زاویئے سے موضوع کا جائزہ لیجئے ۔۔۔ اور جب موضوع اور اس سے مطابقت رکھتی ہوئی بہت سی باتیں آپ کے ذہن میں آجائیں تو پھر تصور ہی تصور میں ایک تقریر کر ڈالئے .... خیال رہے کہ آپ نے تقریر کہاں سے شروع کی تھی اور کہاں ختم کی ... تصوّر میں کی گئی تقریر پر اگر اطمینان ہو جاتے تو پھر اس کے اہم نکات کو ایک چھوٹے سے کاغذ پر اشاروں کی صورت میں لکھ لیجئے، دوران تقریر ایک اشارے پر نظر ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مکمل خیال کا یاد آجانا .... یہ اشارے جو آپ نے کاغذ پر لکھ رکھے ہیں، انہیں اس طرح لکھئے کہ ایک خیال سے دوسرے خیال تک پہنچنے کے لئے کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

اس تیسرے مرحلے میں کامیابی سے سفر کر لینے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اب آپ جب چاہیں، جس طرح چاہیں تقریر کر سکتے ہیں، بلکہ پّی بات یہ ہے کہ آپ کتنے ہی اچھے مقرر کیوں نہ بن جائیں تقریر کو پہلے سے سوچنا اور اُسے ترتیب دے لینا آپ کی عادت بن جانا چاہئے، اس لئے کہ ایک مربوط تقریر آپ کی بات میں تاثیر پیدا کرتی ہے، جس طرح پیشگی نقشے کے بغیر ایک اچھی عمارت تعمیر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح پیشگی تیاری کے بغیر ایک اچھی تقریر ——— کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ویبسٹر نے کہا تھا کہ "تقریر کے لئے نامکمل تیاری بالکل ایسے ہے، جیسے لوگوں کے سامنے آدھا لباس پہننا" ایک اچھی تقریر مزید بہتر ہو سکتی ہے اگر آپ مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں،

○——— آپ کا نام تقریر کے لئے پکارا جائے تو آپ اُٹھنے سے پہلے دو تین لمبے لمبے سانس (غیر محسوس طریقے سے) لے لیں، ماہرین کا خیال ہے کہ اس طریقے سے ملنے والی آکسیجن دماغ کو تازگی عطا کرتی ہے جو تقریر کے ابتدائی مشکل مرحلے میں مقرر کو خود اعتمادی اور جرأت عطا کرنے کا باعث ہوتی ہے۔

○——— آپ جس تقریب میں بھی تقریر کرنے جا رہے ہیں، وہاں کے حاضرین کی اکثریت کا پسندیدہ لباس زیب تن کریں، لباس شخصیت کا آئینہ دار ہے ... لباس کے نفسیاتی اور غیر محسوس اثرات مرتب ہوتے ہیں، ممکن ہو تو تقریر سے پہلے دیکھ لیں کہ آپ کے بال تو ٹھیک بنے ہوئے ہیں، ...... کالر مُڑے ہوئے تو نہیں ... ٹائی کی ناٹ ٹیڑھی تو نہیں ہو رہی .... پتلون تنیف

کی صورت میں ازار بند تو نہیں لٹک رہا... شیروانی کا کوئی بٹن تو نہیں کھلا ہوا.... یہ باتیں بظاہر بڑی عجیب سی معلوم ہوتی ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی ذرا سی غلطی آپ کو کسی بھی وقت نادم کر سکتی ہے۔

تقریر کی ابتدا دھیمے لہجے سے کریں .... اگر گھن گرج موضوع کا تقاضا ہو۔ تب بھی ابتداء میں اس سے گریز کریں ... اور جب تک حاضرین کو اپنے ساتھ نہ ملائیں، اُن سے نرم لہجے میں گفتگو کریں،

○—— آواز کا آتار چڑھاؤ اور لہجے کا زیر و بم جادو کی طرح پر اُثر ہوتا ہے، یہ زیر و بم بتانے یا سکھانے سے نہیں آتا بلکہ یہ سب کچھ تجربے اور مشاہدے کا حصّہ ہے ... آپ اچھّے مقررین کو تقریر کرتے ہوئے سنیئے اور بغور جائزہ لیجئے کہ ان کی تقریر میں لہجے کا اتار چڑھاؤ کب اور کن موقعوں پر آتا ہے،.... پھر اسی فن کو بڑی حکمت کے ساتھ اپنی تقریر میں داخل کر لیجئے،

○—— دوران تقریر آپ کی حرکات و سکنات آپ کے خیالات کی ترجمان ہونی چاہئیں، اس سے آپ کی تقریر کا حسن بڑھ سکتا ہے، ہاتھوں اور چہرے کے ان اشارات میں اعتدال ضروری ہے۔ اشاروں کی بہت زیادہ کمی آپ کو خوف زدہ اور سہما ہوا ظاہر کرے گی جبکہ ایک حد سے تجاوز کریں گے تو بعید نہیں کہ مسخرے پن کا تاثر پیدا ہونے لگے۔

○—— کسی ماہر نفسیات کی طرح اپنے سننے والوں کے چہروں کو پڑھتے رہیں آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آپ کی تقریر کیسی جا رہی ہے ؟ ... لوگ خاموشی سے سُن رہے ہوں تو گویا آپ کی بات اثر کر رہی ہے، لوگ چہ مگوئیاں کر رہے ہوں یا جمائیاں لے رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کہیں کوئی غلطی کر رہے ہیں، یا آپ کی تقریر غیر ضروری طور پر طویل ہوگئی ہے، اپنی ہر بات کو سامعین کی ذہنی سطح کے مطابق اُن کے سامنے رکھیں،.... مختصر مجمع ہے تو سنجیدہ تقریر اعتدال کے ساتھ کریں۔ مجمع بڑا ہے تو فکر کے بجائے جذبات سے کھیلیں.... آپ کے سننے والے پڑھے لکھے ہیں تو تقریر کو اشعار، اقوال، اشعاروں اور تشبیہات سے خوبصورت بنائیں.... کم تعلیم یافتہ لوگوں میں سیدھی سادی باتیں چھوٹی چھوٹی مثالوں کے ساتھ رکھیں، یہی تقریر کا فن ہے .... اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اچھا مقرر اچھا ماہر نفسیات بھی ہوتا ہے۔

○ —— تقریر کے لئے اپنا انداز ہی اپنے لئے منتخب کریں ... کسی کی نقل نہ کریں ورنہ وہی ہوگا "کوّا چلا ہنس کی چال، اپنی چال بھول گیا" اگر مقرر وہ سب باتیں کہہ چکا ہے جو آپ کہنا چارہ ہے ہیں تو پریشان نہ ہوں بلکہ سابقہ مقرر کی بات کا حوالہ دے کر اُسے آگے بڑھائیں، یوں آپ کسی کی بات دُہرانے کے الزام سے بچ جائیں گے۔

○ —— اپنے مخاطب کے سامنے ناصح یا معلّم بننے کی کوشش نہ کریں بلکہ انہی میں سے اُنہی کا دوست بن کر اُن کے مسائل یا اُن کے خیالات کا ترجمان بن کر اُن سے مخاطب ہوں، اس طرح آپ انہیں جلدی اپنا ہمنوا بنا سکیں گے، مجمع کو "آپ" کہہ کر نہیں بلکہ "ہم" کہہ کر مخاطب کریں۔

○ —— اپنا مدّعا یا مطلب کی بات ایک دم نہ کہہ دیجئے، بلکہ تقریر میں اُس لمحے کا انتظار کریں جب لوگ آپ کی تقریر میں محو ہوجائیں اور آپ محسوس کریں کہ اب وہ آپ کے ہم خیال ہو گئے ہیں۔

سخت سے سخت بات بھی خوبصورت انداز میں کہیئے، .... طنز کرنے کے لئے بھی لطیف اور نرم پیرائے تلاش کیجئے۔ بالکل اس شعر کی مانند

لہجے کا کرشمہ ہے کہ آواز کا جادو
وہ بات بھی کہہ جائے میرا دل بھی دکھے نا

یہ تو وہ چند بنیادی باتیں ہیں، جنہیں تقریر اور تقریر کی تیاری کے دوران پیش نظر رکھنا چاہیئے .... آیئے آپ کو کچھ ایسے راہنما اصول بتائیں جو آپ کی تقاریر کو دائمی خوبصورتی عطا کرسکتے ہیں۔

○ —— مطالعے کی عادت:۔ خیالات میں وسعت مطالعے کے بغیر ناممکن ہے، ہر مقرر کے لئے یوں تو ہر وہ کتاب پڑھنا ضروری ہے۔ جس سے حصولِ علم کا مقصد پورا ہورہا ہے .... لیکن خصوصی مطالعے کے لئے ایسی کتاب منتخب کرنا چاہیئں، جن کا انداز خطیبانہ ہو، یا پھر ایسا ادب جو انسانی جذبات سے تعلق رکھتا ہو— آزادی پر لکھی گئی بے شمار کتب ہمارے ہاں کے مقررین کے لئے راہنما ثابت ہوسکتی ہیں، .... مختار مسعود، کرنل صدیق سالک، شکور حسین یا ممتاز مفتی، قدرت اللہ شہاب اور شورش کاشمیری خاص طور پر ایسے ادیب ہیں جن کی تحریروں سے مقررین نے بہت استفادہ کیا ہے، مطالعے کے ضمن میں یہ بات بھی اہم ہے کہ اچھی کتب سے اقتباس اپنی ڈائری میں نوٹ کرلینا چاہئیں، .... اچھے جملے، اچھے اقوال، خوبصورت اشعار

چھوٹی چھوٹی کہاوتیں، ضرب المثل اور محاورے .... ان سب کو اگر برموقعہ استعمال کیا جائے تو تقریر کا حسن بہت زیادہ نکھر جاتا ہے. یہ خیال رہے کہ ان اقتباسات کا بے محل استعمال تقریر کی خوبصورتی کو بدصورتی میں بھی بدل سکتا ہے۔

مطالعے کے ضمن میں افسانوی ادب کی بعض کتابیں. اور اشعار کے مجموعے بھی مددگار ثابت ہو سکتے ہیں، کیونکہ ان سے نہ صرف جذبات کے اظہار کا سلیقہ آجاتا ہے بلکہ زبان میں بھی نکھار پیدا ہوتا ہے، اور نت نئے خوبصورت جملے پڑھنے اور سمجھنے کو ملتے ہیں، کتب کے مطالعے کے ساتھ زبان کی اصلاح بھی ایک اہم ترین نکتہ ہے، نیز اخبارات کا مطالعہ بھی اس دور میں اہم ہے، کسی نے کہا تھا کہ صبح کی ہوا صحت کے لئے اور صبح کا اخبار تقریر کے لئے ضروری ہے ......

حافظے کی قوّت جو لوگ یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہمارا حافظہ کمزور ہے وہ غلط فہمی کا شکار ہیں، اب تو ماہرین نے یہ بات ثابت کر دیا ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی میں حافظے کی خداداد صلاحیت کا دس فیصد بھی استعمال نہیں کرتا، اصل بات یہ ہے کہ حافظہ مشاہدے کا مرہون منّت ہے .... مشاہدہ بغور کریں ..... چیزوں کو بغور دیکھیں، انہی کئی کئی بار دھرائیں . . . . چیزیں ذہن سے کبھی محو نہیں ہوں گی، ماہرین کے کہنے کے مطابق جو پٹھے آنکھوں سے دماغ کی طرف جاتے جاتے ہیں وہ دوسرے عضو کے پٹھوں کے مقابلے میں ۲۵ گنا زیادہ طاقتور ہیں، اس لئے چیزوں کو بغور دیکھا جائے تو وہ حافظے کی اسکرین پر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتی ہیں، چیزوں کو دھرانا بھی انہیں حافظے میں محفوظ رکھنے کی اچھی مشق ہے، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی چیز کی روزانہ جھاڑ پھونک کرنا تاکہ وہ مٹی میں نہ اٹ جائیں،

ابرھام لنکن چیزوں کو اکثر زبان سے دھرایا کرتا، اور کہتا کہ میں چیزوں کو زبان سے دھراتا، کان سے سنتا اور دماغ سے محسوس کرتا ہوں اس لئے وہ کبھی محو نہیں ہوتیں،

کامل توجہ:۔ اچھے خطیبوں، مقرروں اور بڑے لوگوں کی گفتگو پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں اور غور کریں کہ ان کی گفتگو کے اچھے اور متاثر کن پہلو کیا ہیں۔

غیر دلچسپ موضوعات سے اجتناب:۔ ایسے موضوعات پر تقریر کرنے سے گریز کریں، جن سے آپ کو کوئی دلچسپی نہیں یا جن کے بارے میں آپ کو کوئی معلومات نہیں .... عدم دلچسپی اور عدم واقفیت کے باوجود تقریر کرنے والے مقرر کی مثال اُس اندھے کی سی ہے جو دوسرے اندھوں کی راہنمائی

کر رہا ہو۔

آواز کی نشو نما:۔ اچھی تقریر کے ساتھ اچھی آواز کا امتزاج ہو تو سونے پر سہاگے کی مثال صادق آتی ہے، آواز کی خوبصورتی کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسی چیزوں کے کھانے پینے سے پرہیز کیا جائے جو گلا خراب کرتی ہوں، بہت ٹھنڈی اور کھٹی چیزوں سے محتاط رہنا بہتر ہے ...... جن لوگوں کو یہ گلہ ہے کہ اُن کی آواز بہت خراب ہے وہ لوگ بھی چاہیں تو آپریشن کے ذریعہ یا ہومیوپیتھی کی بعض دواؤں کے ذریعہ اپنی آواز کی اصلاح کر سکتے ہیں، اچھی آواز اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک ہے ... اس کی حفاظت بالعموم سب پر اور بالخصوص مقررّین پر فرض ہے۔

مشق مشق مشق:۔ کہتے ہیں پڑھنا سیکھنا چاہتے ہو تو پڑھو، لکھنا سیکھنا چاہتے ہو تو لکھو ..... کھیلنا چاہتے ہو تو کھیلو، ..... اس بظاہر عام سی بات میں ایک اہم نکتہ پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو کام بھی کرنا چاہتے ہو اُس کی مشق کرو .... مشق اور مشق یہاں تک کہ آپ اپنے مطلوبہ مقاصد کو حاصل کرلیں۔

خبردار۔ تمباکو نوشی صحت کے لئے مضر ہے

وزارتِ صحت ۔ حکومتِ پاکستان

یہ اشتہار صرف سگریٹ پینے والوں ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ سگریٹ نہ پینے والوں کے لئے بھی پیشگی ہدایت ہے کہ وہ اس خطرے سے دور رہیں جس کا انجام بیماری اور بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں —— یاد رکھئے

سگریٹ کا دھواں بھی سگریٹ نوشی کی طرح مُضر ہے۔

اپنی صحت کا خیال رکھیئے

سگریٹ نوشی سے خود بچئے —— دوسروں کو بچایئے

ماہنامہ آنکھ مچولی سگریٹ کے اشتہار شائع نہیں کرتا۔ مشتہرین زحمت نہ کریں۔ (ادارہ)

دائرۂ معلومات

اُمِّ رباب جعفری

۳۰ اشاروں کے صحیح جوابات ۱۰ نومبر تک موصول ہو جانے چاہئیں۔ تمام جوابات درست بھجوانے والے ساتھیوں کے نام اور تصاویر بھی شائع کی جائیں گی اور قرعہ اندازی کے ذریعہ تین خوبصورت انعامات بھی دیئے جائیں گے۔ مقابلے کے نئے شرکاء کی آسانی کے لئے بتادیں کہ جس حرف پر ایک جواب ختم ہوگا، اُسی حرف سے دوسرا جواب شروع ہوگا۔ مثلاً اگر پہلے اشارے کا جواب ہے "دیوارِ گریہ" تو دوسرے اشارے کا جواب حرف "ہ" سے شروع ہوگا!

اب جلدی سے پینسل اٹھایئے اور امتحان لیجئے۔ (ادارہ)

۱ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق اس کے پاس رونے سے گناہ دھل جاتے ہیں۔
۲ دنیا کا پہلا مقتول
۳ امریکہ کا ایک شہر۔ جہاں دو مرتبہ اولمپک کھیل منعقد ہو چکے ہیں۔
۴ ایک فلسفی۔ جس نے نوبل انعام لینے سے انکار کر دیا تھا۔
۵ ____ برادران جنہوں نے انسان کو پرِ پرواز عطا کئے۔
۶ روم کا ظالم بادشاہ۔ جو شہر کو آگ لگا کر خود بانسری بجاتا رہا۔
۷ امریکہ کا ایوانِ صدارت۔
۸ ایک گلیشیر، جس پر بھارت اور پاکستان میں تنازعہ چل رہا ہے۔
۹ دنیا کا سب سے لمبا دریا۔
۱۰ مشہور تصویر "مونا لیزا" کا خالق
۱۱ ایک شہر جو مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں تینوں کے لئے مقدّس اہمیّت رکھتا ہے۔
۱۲ فٹبال ورلڈ کپ ۸۶ء میں بین الاقوامی شہرت حاصل کرنے والا ارجنٹائن کا کھلاڑی
۱۳ غرناطہ میں تعمیر کردہ مسلمانوں کا ایک یادگار محل

۱۴ آٹھویں صدی میں تصنیف ہونے والی عربی کہانیوں کی ایک مشہور کتاب
۱۵ قدیم یونان کا اندھا شاعر۔
۱۶ دنیا کا بہت بڑا (امریکی) سرمایہ دار جسے تیل کا بادشاہ بھی کہا جاتا ہے۔
۱۷ دو پہیوں والی گھوڑا گاڑی زمانۂ قدیم میں جنگوں اور کھیل تماشوں میں استعمال ہوتی تھی۔
۱۸ جرمنی کی مشہور بندرگاہ جو برلن سے ۱۷۱ میل دور واقع ہے۔
۱۹ ٹیلی فون کا موجد جو اسکاٹ لینڈ میں پیدا ہوا اور امریکہ میں وفات پائی۔
۲۰ جہازوں کو پانی میں روک کر رکھنے والا ایک بھاری آہنی آلہ جو زنجیروں سے بندھا ہوتا ہے۔

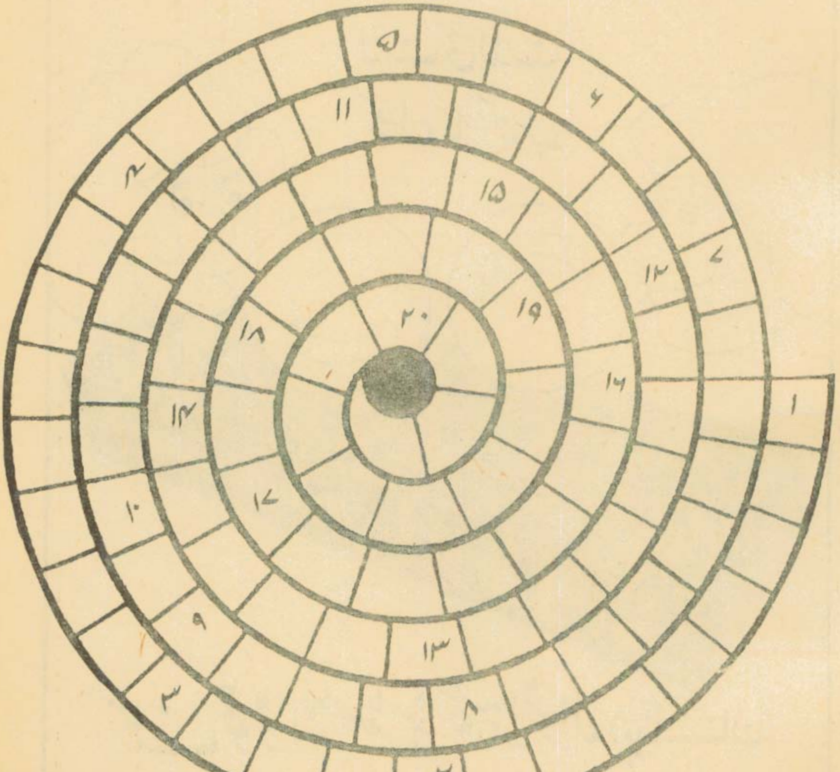

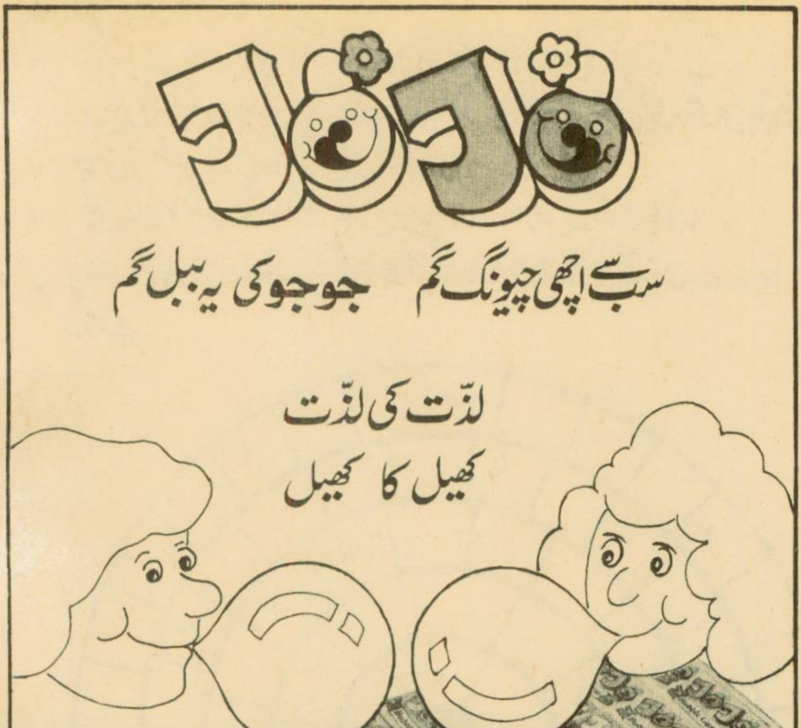
سب سے اچھی چیونگ گم   جوجو کی یہ ببل گم
لذّت کی لذّت
کھیل کا کھیل
Bubble Gum
گلف فوڈ انڈسٹریز گوجرانوالہ (پاکستان)

دائرہ معلومات شمارہ اکتوبر کے درست جوابات

① آیت الکرسی ② یوگا ③ ایٹم ④ ماروی ⑤ یوری گیگارین
⑥ نوروز ⑦ زمیندار ⑧ رباط ⑨ طرابلس ⑩ سلمان فارسی ؓ
⑪ یاجوج ماجوج ⑫ جنّت ⑬ تہذیب الاخلاق ⑭ قطب الدین ایبک ⑮ کولمبو
⑯ واشنگٹن ⑰ نکوٹین ⑱ نانگا پربت ⑲ تختِ ہما ⑳ ایبٹ آباد

بذریعہ قرعہ اندازی انعامات حاصل کرنے والے ذہین بچے

① زاہدہ پروین، بصیر پور، اوکاڑہ
② سید طارق علی، بیراج کالونی، حیدرآباد
③ شکیل احمد، جمرود، خیبر ایجنسی، سرحد

درست جوابات ارسال کرنے والے ذہین بچے

زبیر اخوند، رائل روڈ
پرانا سکھر

رضوان کرم آرائیں، لطیف آباد
حیدرآباد

فرخ عدنان حفیظ،
ہیڈ کوارٹر اسپتال پنڈ دادنخان

راشد علی شیخ، اسٹیڈیم روڈ،
کراچی

محمد جنید خان،
پی آئی بی کالونی، کراچی

کلیم شرینہ خان،
پی آئی بی کالونی، کراچی

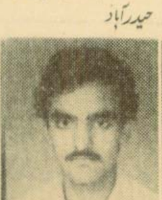

سلطان بشیر، جی سکس فور،
اسلام آباد

حاجی ابراہیم، جونا کمہارواڑہ،
کراچی

عرفان قریشی، ملیر کالونی،
کراچی

نبیل صدیق،
نعمانیہ روڈ، گوجرانوالہ

○ ثمینہ حبیب، معمار کمپلیکس، کراچی
○ سلمان شیخ، بیراج کالونی، حیدرآباد
○ عزیز اختر اعوان، غریب آباد، کنری سندھ
○ حسن مہدی خراسانی، انچولی، کراچی
○ یما صدیقی، نارتھ ناظم آباد، کراچی
○ طاہرہ مقبول موسوی، باتھ آئی لینڈ، کراچی

- قدسیہ ممتاز، سعود آباد، کراچی
- نغمہ بانو، سرسید ٹاؤن، نارتھ کراچی
- اسمٰعیل عبدالرحمٰن، میٹھادر، کراچی
- عامر سلیمان، کراچی
- انیعتہ صدف، شاہی بازار، حیدرآباد
- عبیداللہ صدیقی، ہدایت اللہ اسکول، حیدرآباد
- فتحیہ صدیقی، لطیف آباد، حیدرآباد
- محمد امین سیف الملوک، حسینی منزل، سانگھڑ
- عامر رضا، نیا محلہ، جہلم
- زاہد محمود خان، مین بازار، بھکر
- خالد محمود خان، مین بازار، بھکر
- شاہد محمود خان، مین بازار، بھکر
- فرحانہ عبدالمتین، دھلی کالونی، کراچی
- ماسٹر محمد مدنی، آدم جی نگر، کراچی
- محمد عاطف ابرار، اسلام پورہ لاہور
- دَرِ شہوار شاہین، اسلام پورہ سیالکوٹ
- محمد ارشد چھیپا، نارتھ ناظم آباد، کراچی
- شاہد علی سومرو، قائم الدین اسٹریٹ، جیکب آباد
- ضیاء اللہ، کیمری ہینو ہائی اسکول، جہلم
- منیر احمد میمن، غریب آباد، جیکب آباد
- رضوان حفیظ، ہیڈکوارٹر اسپتال، پنڈدادنخان
- جاوید حیدر شاہ، سٹیلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی

- عدیل رضا، فیڈرل بی ایریا، کراچی
- حمیرا فلک ناز مریم، فیڈرل بی ایریا، کراچی
- محمد رؤف آرائیں، کوٹ غلام محمد، تھرپارکر
- محمد شبیر محمد حسین، عثمان آباد، کراچی
- عبدالحامد صدیقی، سراج کالونی، حیدرآباد
- فائزہ گل دُرّانی، فیڈرل بی ایریا، کراچی
- ایس، آر، خان، اسٹیشن روڈ، شہداد پور
- رخشندہ مہر، گنگز ہل، سکھر
- نیّر توحید، داتا شاہ جمال روڈ، شیخو پورہ
- ثناء اللہ، ہائی اسکول کشمور، جیکب آباد
- سہیل اختر خان، لطیف آباد، حیدرآباد
- ملک افتخار احمد، گل گشت کالونی، ملتان
- ملک اعجاز احمد، گل گشت کالونی، ملتان
- عابدہ ملک، گل گشت کالونی ملتان
- ملک سرفراز احمد، گل گشت کالونی ملتان
- محمد اشرف خان، ایم اے جناح روڈ، ٹنڈو آدم
- امینہ یونس، ناظم آباد، کراچی
- معظم شاداب صدیقی، نارتھ کراچی
- ذوالفقار علی سومرو، غریب آباد، جیکب آباد
- سفینہ ریاض، اوسلو، ناروے
- منصور بیگ، ۵/ای، نیوکراچی
- محمود احمد، مشن روڈ، کراچی

ایک غلطی کرنے والے بچے

-
- ایم، نواز دانش، لانڈھی، کراچی
- پرنس آف ڈھمپ؟ ناظم آباد کراچی
- محی الدین احمد چنڈا، لانڈھی، کراچی
- رضوان حامد زبیری، گلشن اقبال، کراچی
- اظفر ضیاء، پرانی سول لائن، کراچی
- سید محمد علی رضوی، لطیف آباد، حیدرآباد
- عبدالوحید آرائیں، کوٹ غلام محمد، تھرپارکر
- سعیدہ مظفر، شاہ فیصل کالونی، کراچی
- یاسمین دُرّانی، فیڈرل بی ایریا، کراچی
- رخشندہ تابندہ ریاض، باغبان پورہ، لاہور
- صداقت علی ساقی، عثمانیہ بازار، پنڈدادنخان
- سرفراز عرف پرنس، ناظم آباد، کراچی
- تبسّم بٹ، گیارہ بی، نارتھ کراچی
- شہلا شمشاد، شو مارکیٹ، کراچی
- تجمّل الیاس، سمن آباد، لاہور
- صباحت نذیر، نشتر روڈ، ملتان
- انیلا تبسّم، محلہ باغبان، ملتان
- راشدہ جلیل انجم، اندرون حرم گیٹ، ملتان
- عبدالرحیم، ۵/ای، نیوکراچی

میں نے ۴۰ برس لوگوں کو خدا کا کلام سنایا۔ پہاڑوں کو سناتا تو عجب نہ تھا کہ ان کی سنگینی کے دل چھوٹ جاتے۔ غاروں سے ہمکلام ہوتا تو جھوم اٹھتے۔ چٹانوں کو جھنجھوڑتا تو چلنے لگتیں۔ سمندروں سے مخاطب ہوتا تو ہمیشہ کے لئے طوفان بند ہو جاتے۔ درختوں کو پکارتا تو وہ دوڑنے لگتے۔ کنکریوں سے کہتا تو وہ لبیک کہہ اٹھتیں۔ صرصر سے گویا ہوتا تو وہ صبا ہو جاتی۔ دھرتی کو سناتا تو اس کے سینے میں بڑے بڑے شگاف پڑ جاتے۔ جنگل لہرانے لگتے۔ صحرا سبز ہو جاتے۔ میں نے ان لوگوں کو مخاطب کیا جن کی زمینیں بنجر ہو چکی تھیں۔ جن کے ہاں دل و دماغ کا قحط تھا۔ جن کے ضمیر عاجز آ چکے تھے جو برف کی طرح ٹھنڈے ہیں۔ جن کی پستیاں انتہائی خطرناک ہیں۔ جن پر ٹھہرنا المناک اور جن سے گذر جانا کربناک ہے۔ جن کے سب سے بڑے معبود کا نام طاقت ہے

سید عطاء اللہ شاہ بخاری

آئیے بنیں "آرٹسٹ"

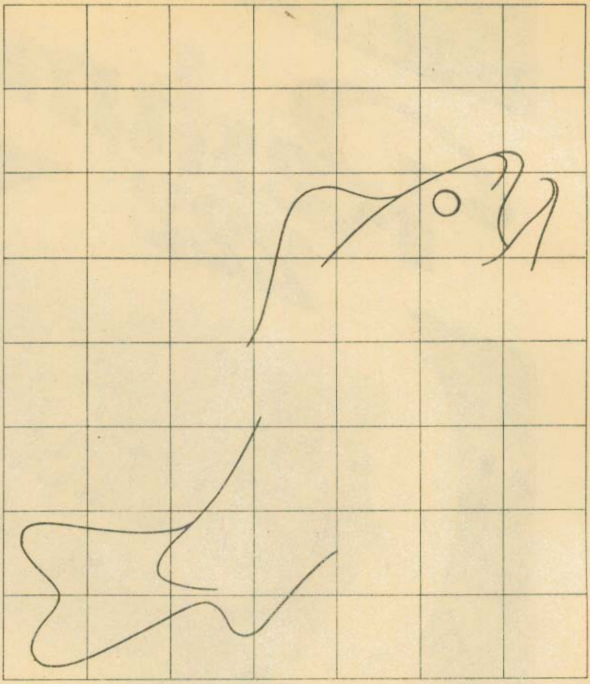

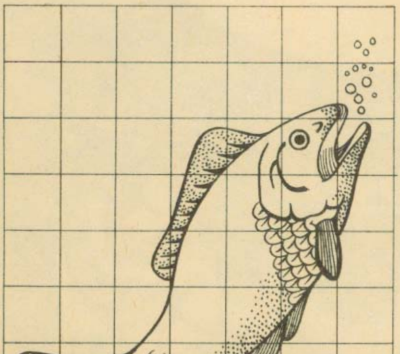

چھوٹے خانے میں بنی ہوئی مچھلی کو بغور
دیکھئے اور خانوں کی مدد سے بڑے خانے
میں بنی ہوئی نامکمل مچھلی کو مکمل کیجئے

Reshma 222®
دھلائی کیلئے جدید ترین صابن
ریشماں 222®
میل کاٹنے کیلئے لیموں کے رس
اور آپکے ہاتھوں کی نازک جلد کی
حفاظت کیلئے ناریل کے تیل کی
اضافی خصوصیت کے ساتھ
AMIN
امین سوپ اینڈ آئیل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پوسٹ بکس: 4602، کراچی۔ فون: 231343-237856
MASS

بہت سارے ساتھیوں نے ہمیں اپنی تحریریں ارسال کیں، ہم ان ساتھیوں کی کاوشوں کو سراہتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ تحریریں بعض پہلوؤں سے کمزور تھیں، اس لئے شامل اشاعت نہیں ہو سکیں۔ آپ ساتھیوں سے ہماری درخواست ہے کہ مایوس نہ ہوں، بلکہ پھر سے کوشش کریں اور نئے انداز سے تحریریں مختصر صاف اور خوشخط لکھ کر ہمیں روانہ کریں، معیاری ہونے پر ہم ضرور شائع کریں گے۔

(ادارہ)

صائمہ ظفر صدیقی، حیدرآباد، تحریر "وی سی آر" "چندا ماموں" وغیرہ
ہمایوں جونیجو، کھٹی پاڑہ سانگھڑ کہانی "محنت میں عظمت ہے"
اسلم جاوید، منچن آباد، بھاولنگر، کہانی "ننھا غازی"
محمود احمد، سانده کلاں، لاہور، کہانی "منا کہاں گیا"
ایم جمیل، واہ کینٹ، کہانی "گلاب شہزادی"
پرنس راشد شاہدین، کراچی، نظم "ہمارا پیارا پاکستان"
چاند سلطانہ عروج، سعود آباد، کراچی کہانی "انتخاب" نظم "علم"
نورین فاطمہ، کراچی، کہانی "سوتیلی ماں کا پیار"
فیصل فدا، ماڈل ٹاؤن، لاہور، کہانی "کالا دیو"
نام و مقام نہیں لکھا، مضمون "قائداعظم کی عظمت"
شمیم اکبر خان، مقام نامعلوم، کہانی "شرارت کا انجام"
محمد چاند تارا، سعید آباد، کراچی، نظم،
عباد علی سحر، چوہنگ لاہور، تحریر "مانیں یا نہ مانیں"
فرقان احمد نیازی، سیالکوٹ کہانی "تقدیر اور تدبیر"
عبدالستار آرائیں، کنری، تھرپارکر، کہانی "رحم دل بادشاہ" وغیرہ
عامر منیر، مقام کا نام نہیں لکھا، کہانی "نادر درخت"
انصار الحق، مینا بازار، کراچی کہانی "فرنام
منصور عالم برقی، کراچی، کہانی "بری عادت" "بری باتیں"
ہارون فدا، مقام کا نام نہیں لکھا، کہانی "ہمارا پرچم"
محمد نعیم، سولجر بازار، کراچی، کہانی "سچا دوست"
نام اور مقام کا نام نہیں لکھا، کہانی "انتقام" اور "بہادر لڑکی"
عابدہ ناحر، ضلع گجرات، کہانی "گوشی کی کہانی"
مرزا وسیم بیگ، مقام نامعلوم کہانی "جنگل کا خفیہ ٹیلی فون"
عالیہ صلاح الدین، منگھوپیر کراچی، کہانی "علم کی روشنی"
سیدہ فاطمہ مسعود، مقام نامعلوم، نظمیں
غلام رضا جعفری، مقام نامعلوم، کہانی "خود فراموش"
محمد ارشد صدیقی، گلبہار کراچی، کہانی "جادوئی قلم"

عبدالرشید اعوان، کنری، تھرپارکر، مضمون "علامہ اقبال"
نصرت گلزار، ملتان، تحریر "اقبال۔ شگفتہ مزاج"
زاہدہ مختار، کنری، تھرپارکر، مضمون "علامہ اقبال"
عادل مختار چوہان، کنری، تھرپارکر مضمون "علامہ اقبال"
سید فرحت حسین، کراچی، کہانی "سہارا"
سید شبیر عامر۔ کراچی کہانی "قبولیت کی گھڑی" اور بڑے بُھنسے
سید محمد علی رضوی، کراچی نظم "آنکھ مچولی"
اسلم جاوید، منچن آباد، کہانی "کنجوس اور مزدور"
لقمان شاہ، چینسر گوٹھ، کراچی، کہانی "بچھڑ کے ملے"
خواجہ عمر فاروق، النور، کراچی، مضمون "حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خوف آخرت"
ثناء اللہ اعوان، کندھکوٹ جیکب آباد کہانی "لالچ کا انجام"
مقام کا نام نہیں لکھا، نظم "پانچ شکاری" کہانی "تین جاسوس"
محمد اسلم جھنگ صدر، کہانی "وقت کا سفر"
انور کلیم بلوچ، ریلوے روڈ، شہداد کوٹ، کہانی "چھپا رستم"
نسیم احمد، مقام کا نام نہیں لکھا، کہانی "بہادر نوجوان"
غلام شبیر عادل، دھابے جی، ٹھٹھہ نظم "پاکستان"
منصور محمود، فیڈرل بی ایریا، کراچی، مضمون "خدمت خلق کا کام"
ایم نوید آرائیں، خانیوال، مضمون "اقتدار و معاشرہ"
فاروق احمد ڈسکہ، سیالکوٹ مزاحیہ تحریر "خبرنامہ"
بشیر احمد، موچی بازار، سکھر کہانی "بادشاہ اور گلہری"
چودھری شاہد اقبال، راولپنڈی تحریر کا نام نہیں لکھا۔
تنویر شعیب، نئی کراچی کہانی "نیا کردار"
سید شکیب مہدی، کراچی مضمون "تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے"
عمر دراز خٹک فوجی شوگر ملز، ٹنڈو محمد خان کہانی "یادداشت"
رسول بخش سٹھیو، ٹنڈو محمد خان تحریر "شہریار سرکس"
ظفر عالم، مارٹن کوارٹرز، کراچی کہانی "سخت گیر آقا"
شیخ دلشاد قریشی، مزاحیہ کہانی "اونچا نہیں سنتا"
سبط شبر زیدی، بلدیہ ٹاؤن کراچی، نظم "حضرت امام حسینؓ"
کاشف ظہیر، کہانی "مینڈک شہزادہ"، مضمون "سادگی"

شبانہ سلمان، میرپور آزاد کشمیر کہانی "ضدی لڑکی"
مظفر حسین شاہد، تربت بلوچستان کہانی "بڑھتی ہوئی آگ میں کون بڑھے گا"
بلیک ٹائیگر، فیصل آباد، نظم "پھیکی عید" نظم "آنکھ مچولی"
ندیم علی خان، بہار کالونی، کراچی، تحریر کا نام نہیں لکھا،
افشاں جمیل، لاہور کہانی "ہرنی کا دماغ"
حمیرہ حق، جمشید روڈ، کراچی کہانی "لالچی چڑیا اور عقلمند پری"
زیڈ اے چودھری، کراچی سٹی اسٹیشن، کہانی "محنت کا پھل"
سمیرا حمید، گذری، کراچی، کہانی "شہزادے کی بہادری" اور "ہم نے دال پکائی"
محمد آصف انجم، گوجرانوالہ کہانی کا عنوان نہیں لکھا،
نام و مقام نہیں لکھا، "کیپٹن سرور شہید" اور دیگر شہداء"
ملک ایم یوسف، ننکانہ صاحب، نظم "بلی"
شہزاد خان، واہ کینٹ، کہانی "بہادر لڑکے"
محمد جاوید محمود، فیڈرل بی ایریا، کراچی، تحریر "موگلی کی کہانی"
رحمت شاہین، قصور، کہانی "ملک کے دشمن"
زاہدہ اشرف، سائٹ، کراچی، مزاحیہ تحریر "یادگار شاعرہ"
کے ایم خالد، پیپلز کالونی، فیصل آباد، کہانی "وعدہ"
بلیک ٹائیگر، فیصل آباد "نظم"
مسز شاہین کمال، انارکلی، لاہور، کہانی "موم کا مور"
احسان الحق، ٹائر بازار، راولپنڈی، تحریر کا نام نہیں لکھا،
آفاق پیٹر، کراچی، تحریر "حقیر نہ جانو"
جمیلہ آفریدی، کوہاٹ، کہانی "قربانی"
محمد یونس، مقام کا نام نہیں لکھا، تحریر "وطن کا گیت"
عائشہ، لیاقت آباد، کراچی، نظم "گاؤں گیت"
نام اور مقام نہیں لکھا، کہانی "محنت"
عبدالرشید فاروقی، جھنگ صدر، تحریر "بلا عنوان"
سعیدہ مظفر، شارع فیصل کراچی، کہانی "کوئل اور کوں اوں"
عزیز طارق خان، مقام نامعلوم کہانی "شہزادی کا کنگن"
شوکت علی خٹک، لیاقت آباد کراچی، نظم "اپنا پرچم"
ایم نوید آرائیں، خانیوال، کہانی "بڑا کارنامہ"
گل شیر علی بنگش، پشاور کہانی "دولت ضرورت ہے"
چوہدری ساجد حسین، کراچی، تحریر کا نام نہیں لکھا،
محمود حمید، فیڈرل بی ایریا، کراچی تحریر کا نام نہیں لکھا
فاریہ خر، ماڈل کالونی کراچی، واقعہ "بڑوں کو دین سکھانے کا طریقہ"

عامر سلیمان، کراچی، کہانی "یادیں"
آفتاب کوثر، سائٹ، کوٹڑی، کہانی "بچے اور پھول"
راؤ محمد ندیم، اوکاڑہ، کہانی "نیکی کا صلہ"
اسمٰعیل عبدالرحمن، میٹھادر کراچی، کہانی "عقل مند سیاح"
ظفر عالم، مارٹن روڈ، کراچی، مضمون "رسولِ کریم کا اخلاق"
محمد ابراہیم منصور، روہڑی، تحریر "لو اپنے دام میں صیاد آگیا"
محمد نوید مرزا، تیزاب احاطہ، لاہور، مضمون "زمانہ نبوت"
منور خان، کنری، تھرپارکر، کہانی "سرخ لفافہ"
زاہد مختار، کنری، تھرپارکر، کہانی "کچھوا اور خرگوش"
فیصل مختار، کنری، تھرپارکر کہانی "محنت کا پھل"
دریشہ حمید، یونیورسٹی ٹاؤن، کراچی، کہانی "کالا کاغذ"
شازیہ قیوم، مقام کا نام نہیں لکھا، کہانی "فرض شناس"
سید جاوید حیدر شاہ، مقام نامعلوم، کہانی "ہمارے دوست"
محمد وسیم مغل، غریب آباد، میرپور خاص، مضمون "تندرستی ہزار نعمت ہے"
نورین ارشاد، گلشن اقبال کراچی، کہانی "فقیر کی دعا"
رسول بخش سراج، ٹنڈو محمد خان، "نعت"
محمد شاہد فیروز، گوجرانوالہ، کہانی "ذرا سی بھول" نظم "پاکستان"
شازیہ سلیم، ایڈمنسٹریشن سوسائٹی کراچی، گیت "گڑیا کی شہزادی"
بلال اطہر، کھوکھراپار، کراچی، "کہانی" ذرا سی غفلت"
عبدالوہاب، نارتھ ناظم آباد، کراچی، کہانی "خوفناک جنگل"
محمد اکرم، منظور کالونی، کراچی، کہانی "بادشاہ اور فقیر" اور "نیک بزرگ"
شفقت اللہ، مقام نامعلوم، کہانی "بدلتا چہرہ"
عبدالشکور، گوجرانوالہ، کہانی "تتلی"
محمد عرفان، جی ۹/۱ ون، اسلام آباد، کہانی "لالچی سامری جادوگر"
فضل جمال شہاب، مردان، واقعہ "سخی کون"
محمود احمد، سانده کلاں لاہور، کہانی "عقلمند شاگرد"
اسعد وحید، مقام کا نام نہیں لکھا، واقعہ "حزا کا شیر"
محمد شاہد فیروز، گوجرانوالہ کہانی "اور میری آنکھ کھل گئی"
محمد تنویر عباس، لاہور، نظم "بلو نے کھیر بنائی"
منیر بانو زبیری، ناظم آباد، کراچی، کہانی "ماں"
رضوان انوار، مقام کا نام نہیں لکھا، کہانی "فرشتہ"
بابر سعید بابر دھرمپورہ لاہور، کہانی "بدروح"

راہنما کتابیں

آپ اور آپ کے اہلِ خانہ کیلئے
گرین گائیڈ اکیڈمی کے تحائف

اِن کا مطالعہ —— علم بڑھائے گا
اِن کی موجودگی —— مفید ثابت ہو گی

قرآنی حکایات کا ۱۰۴ صفحات پر مشتمل خوبصورت مجموعہ ۔
اس کے حصول کے لئے ۱۰ روپے کا منی آرڈر بھجوائیں

خاکِ وطن سے سرزمین حرم تک، معلومات بھی راہنمائی بھی
حجاج اور زائرین کے لئے نادر تحفہ ۔ ۲۰۳ صفحات

اسلام کی بنیادی معلومات جو آپ پر سیکھنا لازم اور سکھانا
کارِ ثواب ہے ۔ مولانا مفتی کفایت اللہ کی تالیف (چار حصے)

تعلیم الاسلام اور سفر مبارک
۲ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت منگوائی جا سکتی ہیں

کتاب منگوانے کے لئے اس پتے پر خط لکھیں۔

گرین گائیڈ بک سیریز گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۱۲ ڈی ۔ سائٹ کراچی ۱۶

دودھ اور مکھن کا شیریں احساس

رائل بٹر ٹافی

رائل چاکلیٹ ٹافی

رائل کنفیکشنری انڈسٹریز 22/24-سی-ایس-آئی-ای-گوجرانوالہ

اسلامی مقابلہ معلومات

ماہ ستمبر کے شمارے میں "اسلامی مقابلہ معلومات" کے عنوان سے ۱۰، اذکار مسنونہ شائع کئے گئے تھے۔ اور آپ سے پوچھا گیا تھا کہ یہ اذکار کن مواقع پر پڑھے جاتے ہیں، بہت سارے ساتھیوں نے ہمیں اپنے جوابات ارسال کئے ہیں، اکثر جوابات درست ہیں، لیکن بعض شرکاء نے جنہیں ان اذکار کے صحیح استعمال کے بارے میں معلوم نہیں تھا، صرف ان کا ترجمہ لکھ بھیجا ہے، جبکہ ہمارا مقصود ترجمہ نہیں بلکہ عام زندگی میں ان کے استعمال کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔

یہاں ہم آپ کو یہ بھی بتا رہے ہیں کہ ان اذکار کو کن مواقع پر زبان سے ادا کرنا چاہئے اور ساتھ ہی ان ساتھیوں کے نام بھی شائع کر رہے ہیں۔ جن کے اکثر جوابات درست تھے، تین ساتھیوں کو بذریعہ قرعہ اندازی کتب کے انعامات بھی بھجوائے جا رہے ہیں۔ جن کے نام علی الترتیب یہ ہیں۔

- محمد عرفان، دکان نمبر ۱۳/اے، ایریا، ۳/ڈی نزد فائر بریگیڈ اسٹیشن لانڈھی نمبر ا کراچی ۳۰
- ظہیر خان، مکان نمبر سی، ۱۶/۵۹۷ نزد سول ہسپتال سکھر
- گل شیر علی، معرفت طارق جنرل اسٹور، باڑہ گیٹ، پشاور صدر۔

جب کسی کام کو شروع کرتے ہیں	بسم اللہ
جب کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں	انشاء اللہ
جب کسی خوبصورت چیز کی تعریف کرتے ہیں	سبحان اللہ
جب کوئی تکلیف یا رنج پہنچتا ہے۔	یا اللہ
جب کسی اچھے عمل کی تعریف کرتے ہیں	ماشاء اللہ
جب کسی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔	جزاک اللہ
جب سو کر جاگتے ہیں۔	لا الٰہ الا اللہ
جب خدا کو گواہ بنا کر حلف لیتے ہیں	واللہ باللہ
جب کسی غلطی یا گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو	استغفر اللہ

جب اللہ کی راہ میں کچھ دے رہے ہوں تو	فی سبیل اللہ
جب کسی سے محبت کا اظہار کرتے ہیں تو	لحب اللہ
شادی کرتے وقت	آمنت باللہ
جب کسی سے جدا ہوتے ہیں.	فی امان اللہ
جب کوئی مشکل یا پریشانی ہوتی ہے	توکلت علی اللہ
جب کوئی ناخوشگوار بات یا ناگواری کا اظہار کرتے ہیں	نعوذ باللہ
جب خوشگوار بات ہو .	فتبارک اللہ
ہر دعا کے بعد	آمین
جب کسی کی موت کا پیغام ملے یا کسی چیز کے جانے پر	انا للہ وانا الیہ راجعون

مقابلے کے ان شرکاء کے نام جن کے زیادہ تر جوابات درست ہیں .

نجمہ حفیظ ، ریلوے کالونی ، کراچی
ندیم حسن ، جہانگیر پورہ روڈ ، پشاور
محمود الحق کھٹانہ ، علی پور چٹھہ ، گوجرانوالہ
منیر احمد میمن ، غریب آباد ، جیکب آباد
عبدالرزاق ، جمشید روڈ ، کراچی
محمد طارق خان ، ناظم کالونی ، کراچی
سلطان بشیر ، جی سکس فور ، اسلام آباد
محمد خلیل ولی کریانہ اسٹور ، کنری سندھ
رسول بخش سٹھیو ، متو شاہ ، ٹنڈو محمد خان
شاہد علی سومرو ، جیکب آباد ، سندھ
تجمل الیاس ، سمن آباد ، لاہور
نجیب الدین ، یونیورسٹی کیمپس ، پشاور
آصف رشید ، محلہ ارجن نگر ، راولپنڈی
اسماء صدیق ، گرین مارکیٹ ، جوہر آباد
محمد ندیم اصغر ، عثمان آباد ، کراچی
امینہ یونس ، ناظم آباد ، کراچی

بشریٰ پروین ، نیول کالونی ڈالیا ، کراچی
جاوید حیدر شاہ ، سٹلائیٹ ٹاؤن ، راولپنڈی
عبدالمتین قریشی ، گوالمنڈی ، راولپنڈی
راشدہ سحر ، سٹلائیٹ ٹاؤن ، راولپنڈی
یما شمس ، شاہ فیصل کالونی ، کراچی
آسیہ لطیف ، مقام کا نام نہیں لکھا
محمد عمران اسمعٰیل ، پرانا سکھر
سعید احمد ، سمندری ، تاندلیانوالہ
محمد ندیم موسیٰ ، کورنگی ، کراچی
محمد اسد ، جناح چوک ، ٹنڈو آدم
محمد آصم کیانی ، دینہ ، ضلع جہلم
سعدیہ خان ، مقام کا نام نہیں لکھا .
فرقان احمد نیازی ، مقام کا نام نہیں لکھا .
محمد شاہد فیروز ، صادق روڈ گوجرانوالہ
عباد علی سحر ، ملتان روڈ ، لاہور
محمد چاند تارا ، بلدیہ ٹاؤن ، کراچی
نصرت اظہر ، بھمبر ، آزاد کشمیر

محمد ویم مغل ، غریب آباد روڈ ، میرپور خاص
اسحاق پرویز ، شیر شاہ کالونی ، کراچی
عبدالباسط ، دارالعلوم کورنگی ، کراچی
صائمہ ولی ، کورنگی ، کراچی
ارم رانا ، لطیف آباد ، حیدرآباد
طارق خان جدون ، بلدیہ ٹاؤن ، کراچی
محمد عمران اکرم . مقام کا نام نہیں لکھا .
عبدالقادر سلیمان ، رنچھوڑ لائن کراچی .
شکیل احمد ، جمرود ، خیبر ایجنسی سرحد
عرشیہ احمد ، رفاہِ عام سوسائٹی ، کراچی
ذاکر انور صدیقی ، نارتھ ناظم آباد ، کراچی
ثوبیہ منظور ، ریلوے روڈ ، گجرات
غزالہ ناہید ، پرانی سبزی منڈی ، چونیاں
مقصود احمد صدیقی ، اورنگی ٹاؤن ، کراچی
سہیل صدیق ، نعمانیہ روڈ ، گوجرانوالہ
ملک ندیم اختر ، علی پور چٹھہ ، گوجرانوالہ
چاند سلطانہ عروج ، سعود آباد ، کراچی

اس ایوان کی رائے میں

"بچوّں کے رسائل فضول ہیں"

موافقت

"مارکیٹ میں موجود بچوّں کے رسائل بے مقصد اور محض تجارت کا ذریعہ ہیں .. ان رسائل میں سستے اور گھٹیا جاسوسی ادب یا شو بزنس کے لوگوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ رسائل بچوّں کے مطالعے کے ذوق کو بگاڑ رہے ہیں۔"

مخالفت

"چند خرافات رسائل کو بنیاد بنا کر تمام رسائل کو بُرا نہیں کہا جا سکتا ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں جو اپنے رسائل کے ذریعے کردار سازی اور فروغ علم کے عظیم مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں ہیں .. ان کی ہر تحریر فکر انگیز اور با مقصد ہوتی ہے۔"

اس بحث میں آپ کس جانب ہیں؟ اپنے موقف کو تحریری شکل میں طوالت سے بچتے ہوئے ۵ دسمبر سے قبل بھجوائیں اور قیمتی انعامات حاصل کریں۔

تحریری مباحثہ : ماہنامہ آنکھ مچولی، گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۱۲ سائٹ کراچی ۱۶

جب کچھ کھانا ہی ٹھہرا..... تو
ایسا کیوں نہ کھائیں
جس سے قوت پائیں
مزے مزے کی ڈائٹ
سوہن ڈیلائٹ
فریش ویل
سوہن ڈیلائٹ
بادام۔ پستہ اور
خالص گھی سے تیار کردہ
لذیذ اور توانائی بخش
Delight
سوہن ڈیلائیٹ
سوہنی دھرتی
میں ہر جگہ
دستیاب
اے کے ایچ ایم (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ کراچی

ننھے ہاتھ ننّی تحریریں

اپنی تحریریں مختصر بھجوائیں تاکہ شائع ہو سکیں۔ تحریر صاف خوش خط اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔ نقل شدہ کہانیاں بھجوانے سے گریز کریں۔ اس لئے کہ تحریروں کی چوری آپ کی ذات کے اچھے تاثر کو بھی خراب کرے گی اور آپ مستقبل کے بڑے ادیب بھی نہیں بن سکیں گے۔

مرسلہ: ظفر عالم ماڈرن کوارٹرز کراچی

پیارے بچّے

اچھے پیارے بچّے ہو تم
پاک وطن کے بچّے ہو تم

زینت اس کی تم ہی سے ہے
عزّت اس کی تم ہی سے ہے

اس کی شان بڑھاؤ گے تم
اس کی آن بڑھاؤ گے تم

سب سے اونچا اس کا پرچم
اس کی جوت نہ ہوگی مدہم

مل جل کر تم رہنا سیکھو
عزّت اس کی کرنا سیکھو

پاک وطن میں شاد رہو تم
شاد رہو آباد رہو تم

اس کی شان ہماری شان
سب کا پیارا پاکستان

احساس

مرسلہ: شاذ شمشاد شومارکیٹ کراچی

جب میری آنکھ کھلی تو سات بج رہے تھے۔ بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں نے بستر سے چھلانگ لگائی اور کھڑکی میں کھڑی ہو کر بارش کا لطف لینے لگی۔
اتنے میں آپا اور صائمہ بھی جاگ چکی تھیں۔ ہم نے پروگرام بنایا کہ کہیں

چلتے ہیں۔ مگر اس وقت بارش میں اصائمہ نے منہ بنایا اس موسم کا لطف تو وہی لیتے ہیں جن کے پاس اپنی کوئی گاڑی ہو۔

مگر ہماری قسمت میں کہاں یہ سب چیزیں۔ میں نے ٹھنڈی آہ بھر کر اپنا فقرہ مکمل کیا۔

بھئی یہ ٹھنڈی آہیں کس خوشی میں بھری جا رہی ہیں۔ ایک تو ویسے ہی سردی ہے۔ اور تم ٹھنڈی آہیں بھر کر مزید اضافہ کر رہی ہو۔ یہ شفیق بھائی تھے جو نجانے کب کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔

"وہ دراصل ہم سوچ رہے تھے کہ کہیں باہر جا کر موسم کا لطف اٹھایا جائے"

ہاں تو چلی جاؤ سوئٹزرلینڈ میں نے منع نہیں کیا۔

"وہ دراصل ہم آپ کے ساتھ جانا چاہ رہے تھے"

مگر مجھے تو پوسٹر مکمل کرنا ہے۔ تم بھائی جان کے ساتھ چلی جاؤ اور پھر ہم نے جب اس خواہش کا اظہار بھائی جان سے کیا تو انہوں نے بڑی آسانی سے کام کا بہانہ بنا کر ہماری خواہش رد کر دی۔

پھر ہم نے اس شدید خواہش کا اظہار کیا افتخار بھائی سے۔ وہ تھے سیر و تفریح کے شوقین فوراً راضی ہو گئے۔

مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ جایا کس جگہ جائے؟

گارڈن جائیں گے ہم تو۔ شینہ اور ثوبی نے کہا۔

ہاں وہاں کچھ پنجرے بھی خالی ہیں۔ بھائی میاں مسکراتے ہوئے گویا ہوئے

اچھا کلفٹن چلتے ہیں شینہ نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

مگر وہاں بہت زیادہ لوگ ہوتے ہیں۔ اور شور بھی بہت ہوتا ہے۔ میں نے ناک سکیڑی۔

تو پھر قبرستان چلی جاؤ اچھی خاصی تنہائی ہوتی ہے وہاں۔

افتخار بھائی چڑ کر بولے۔

میں نے لاکھ اُدھم مچایا مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا۔ ہمارے بارہ بہن بھائیوں کی فوج ظفر موج کلفٹن جانے کی تیاری کرنے لگی۔ اللہ کرے زوردار بارش ہو جائے۔ اور پھر سارا پروگرام کینسل ہو جائے۔ میں نے بلند آواز میں دعا مانگی۔

بجیا ایسی دعا نہ مانگیں اگر بارش تیز ہو گئی تو بابا "کا گھر گر جائے گا ثوبی نے معصومیت سے کہا۔

کون بابا! بھائی میاں نے سوال کیا۔

یہ شاید بھوسی ٹکڑے والے بابا کا کہہ رہی ہے۔ وہ کل جب آئے تھے تو بتا رہے تھے کہ ان کا مکان کچا ہے۔ روز روز کی بارش سے ان کو بہت پریشانی ہوتی ہے۔

شاید یہ باتیں ثوبیہ نے سن لی ہوں گی۔ اپیا نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

ثوبی ہم سب بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی ہے مگر اس کے چھوٹے سے ذہن نے یہ بات سوچ لی جو کہ ہم نے محسوس بھی نہ کی۔ یہ سوچ کر ہم سب لوگ ایک دوسرے سے کترا کر ادھر اُدھر ہو گئے۔

مجھے اپنا آپ بے حد چھوٹا محسوس ہونے لگا کہ تمام نعمتیں میسر ہونے کے باوجود میں ہمیشہ خدا سے شکوہ کرتی رہتی ہوں کہ یہ نہیں یہ نہیں دیا۔ وہ نہیں دیا

اپنا وطن

نفیسہ ربیعہ زاهد، منگورہ، سوات

وطن ہے اپنا سب سے پیارا
دل کی دھڑکن، آنکھ کا تارا
اپنے وطن کی شان بڑی ہے
اپنے وطن کی آن بڑی ہے
جنت کا ہے یہ گہوارا
اس کا پرچم چاند، ستارا
اپنا وطن آزاد رہے گا
دائم یہ آباد رہے گا
اپنے وطن میں ہے رنگینی
اس کی مٹی میں شیرینی!
اپنے وطن کی اونچی شان
وطن ہمارا پاکستان

معصوم پرندے

مرسلہ: پرنس زرتاج احمد، کراچی

ندیم انتہائی شریر اور خودسر لڑکا تھا۔ ہر وقت شرارتیں کرتا۔ دوسروں کو ستانے میں اُسے بڑا مزہ آتا تھا۔ اپنی جماعت میں اس کا شمار نالائق لڑکوں میں ہوتا تھا۔ اسی کلاس میں ایک لڑکا کاشف تھا جو کہ بے حد ذہین تھا اور ہر سال اوّل آتا تھا۔ کاشف اکثر ندیم کو سمجھاتا لیکن ندیم اسے جھڑک دیا کرتا اور کہتا تم اپنے کام سے کام رکھو۔ میرے معاملے میں دخل نہ دو۔ ندیم اکثر اسکول سے غائب ہی رہتا تھا۔ اسکا پسندیدہ مشغلہ تھا غلیل سے ننھے پرندوں کو شکار کرنا۔ ننھے پرندوں کو تڑپتا دیکھ کر ندیم بہت خوش ہوتا تھا۔

ایک دن ندیم ہاف ٹائم میں اسکول سے بھاگنے ہی والا تھا کہ کاشف نے

اسکا ہاتھ پکڑ کر روک لیا اور کہا "تم اسکول سے کیوں بھاگتے ہو اور تمہیں......"
ندیم کاشف کی بات کاٹ کر بولا "تم میرے کیا باپ ہو جو ہر وقت نصیحتیں کرتے رہتے ہو" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ جھٹکے سے چھڑایا اور اسکول کی پچھلی دیوار سے کود گیا۔ اُدھر ایک باغ تھا جہاں ندیم ننھے پرندوں کا شکار کرتا تھا۔ ندیم اور ندیم کے دوسرے آوارہ دوست باغ میں جمع ہو چکے تھے۔ سب باتیں کر رہے تھے۔ کچھ دوست اپنی غلیل کو ٹھیک کر رہے تھے۔ اتفاق سے کچھ دیر کے بعد کاشف کا وہاں سے گذر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں اسکول کی ایک دو کتابیں تھیں اور پڑھنے کی غرض سے باغ میں آیا تھا۔ اس نے جب ان کو دیکھا تو کہا "کیا آج بھی ننھے معصوم پرندوں کا شکار کرو گے" ندیم کے ایک دوست نے جواب دیا۔ "ہاں کیوں۔ کیا تم ہمیں روک سکتے ہو" کاشف نے انہیں سمجھایا کہ ننھے پرندوں کو ستانا بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی بلکہ کاشف کو ہی باغ سے باہر نکال دیا۔ اور خود شکار کے لئے چڑیوں کو دیکھنے لگے۔

ندیم ایک جگہ کھڑا چاروں طرف نظریں گھما رہا تھا کہ اسے ایک رنگ برنگی چڑیا نظر آئی۔ ندیم نے سب دوستوں کو فوراً بلایا اور خود نشانہ لگانے لگا جیسے ہی غلیل سے پتھر مارا۔ چڑیا پھر سے اڑ گئی اور دوسرے درخت پر جا بیٹھی۔

ندیم فوراً وہاں پہنچا اور غلیل سے دوسرا نشانہ لگایا اس بار بھی چڑیا دوسرے درخت پر بیٹھ گئی۔

دو نشانے خطا دیکھ کر ندیم کے تمام دوستوں نے قہقہے لگائے۔ ندیم کو بہت غصہ آیا۔ درخت کے قریب پہنچ کر اس نے اندھا دھند غلیل سے پتھر مارنے شروع کر دیے۔ اتفاق سے ایک پتھر شہد کی مکھیوں کے چھتے پر لگا اور انہوں نے ندیم اور اس کے دوستوں پر حملہ کر دیا۔

حملہ اتنا شدید تھا کہ وہ لوگ بھاگ بھی نہ سکے۔

دوسرے دن وہ اسپتال میں تھے ان کے منہ بری طرح سوجے ہوئے تھے۔ شہد کی مکھیوں نے بڑی بے دردی سے کاٹا تھا۔ ندیم کو جب ہوش آیا تو اسے کاشف کی وہ بات یاد آ رہی تھی۔ "معصوم پرندوں کو ستانا بہت بڑا گناہ ہے"

علم کی روشنی

مرسلہ:۔ عالیہ صلاح الدین منگھوپیر روڈ کراچی

تابش پڑھتے پڑھتے تھک گیا تو اس نے اکتا کر کتاب بند کر دی اور سوچنے لگا کہ امتحانوں کے بعد جو طویل چھٹیاں ہوں گی۔ ان میں وہ گھر بیٹھ کر کیا کرے۔

سوچتے سوچتے اس کی آنکھیں نیند کی وجہ سے بوجھل ہونے لگیں تو تابش نے بکھری ہوئی کتابیں اور کاپیاں سمیٹ کر بیگ میں رکھیں اور لالٹین کی روشنی بجھا کر سو گیا۔

تابش کے والدین بہت غریب تھے۔ اتنے غریب کہ انہیں دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے میسر آتی تھی۔ وہ ایک گاؤں میں رہتے تھے اُن کا صرف ایک ہی بیٹا تابش تھا۔ جس کو پڑھنے کا بے انتہا شوق تھا۔ مگر تابش کے والدین اس کے شوق کو کس طرح پورا کرتے کہ انہیں تو دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے ملتی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ پیسہ بچا بچا کر اپنے اکلوتے بیٹے کا شوق پورا کر رہے تھے۔ اور یہ سلسلہ اب تک جاری تھا۔ تابش کے گاؤں میں کوئی اسکول نہ تھا۔ اس لئے تابش کو اسکول جانے اور آنے کے لئے اتنا ہی غنیمت تھا۔ تابش کے والدین تابش کی خوشی میں ہی خوش تھے۔ انہیں جو بھی کھانے کو ملتا وہ اللہ کا شکر ادا کر کے کھا لیتے۔ مگر تابش کو کچھ نہ کہتے کہ اسے کوئی تکلیف ہو۔ تابش نے بھی کبھی اپنے والدین کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔ چوں کہ وہ جانتا تھا کہ اُس کے والدین کس مصیبت میں رہ کر اس کا شوق پورا کر رہے ہیں۔ اس لئے وہ ہمیشہ اپنی کلاس میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہوتا۔

اب وہ میٹرک کے امتحان کے بعد فارغ ہو کر آرہا تھا۔ آخری پرچہ بھی تمام پرچوں کی طرح بہت اچھا ہوا تھا۔ لیکن تابش کا ذہن سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ اس آخری پرچے کے بعد لمبی چھٹیوں میں وہ کیا کرے گا۔ تابش ان چھٹیوں کو گھر میں بیکار بیٹھ کر گزارنا نہیں چاہتا تھا۔ اسکول سے گھر کا طویل فاصلہ طے کرتے ہوئے تابش ان ہی سوچوں میں غرق تھا۔

گھر آکر تابش نے اپنی ماں سے کھانا مانگا اور خود آکر چارپائی پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد تابش کو اپنی ماں کی آواز سنائی دی "میرا بیٹا بہت تھک گیا ہے کیا" تابش نے چونک کر اپنی ماں کو دیکھا جو کھانے کی ٹرے لئے اس کی منتظر کھڑی تھیں۔

"ہاں ماں" تابش نے جواب دیا۔ اور اپنی ماں کے ہاتھ سے ٹرے لے کر اپنے آگے رکھ لی۔ تابش کی ماں بولی "میں تیرے لئے ابھی ایک چیز لاتی ہوں" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھیں اور ایک ٹین کے بکسے میں سے کوئی چیز ڈھونڈنے لگیں۔ جب وہ چیز مل گئی تو تابش کے قریب آئیں اور بولیں "یہ لے تابش" جب تیرا بابا شہر گیا تھا تو تیرے لئے لایا تھا" تابش نے دیکھا کہ اس کی ماں اُسے ایک کہانی کی کتاب دے رہی ہے۔ اس نے کتاب لے کر اپنے پاس رکھ لی۔ پھر کھانے کے بعد تابش کتاب پڑھنے لگا۔ ایک کہانی اسے بہت اچھی لگی۔ اور وہ دلچسپی سے کہانی پڑھنے لگا۔ کہانی پڑھنے کے بعد تابش سوچنے لگا۔

اس کہانی سے مجھے یہ سبق ملتا ہے کہ میں نے جو علم حاصل کیا ہے۔ اُس کو اپنے پاس ہی محدود نہیں رکھنا چاہیے۔ بلکہ اسے اپنے اردگرد پھیلانا چاہیے۔

"ہاں میں اپنا علم پھیلاؤں گا" تابش نے اپنے آپ سے کہا۔ اور اس نے اپنی چھٹیاں یوں گزارنے کا فیصلہ کیا کہ اپنے علم کو وہ گاؤں میں رہنے والے بچوں تک پہنچائے گا۔ اسے آج اس نظم کے معنی بھی سمجھ میں آگئے جسے وہ ہر روز اسکول میں پڑھتا تھا۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

دولت کا ظلم

مرسلہ: غزالہ یاسمین،

رحیم بابا کافی عرصے سے ہمارے گھر ملازم تھے۔ وہ مجھے بہت پسند تھے۔ کیونکہ اُن کی باتیں بہت خوبصورت ہوتی تھیں جب بھی موقع ملتا میں ان کے پاس جا کر بیٹھ جاتی، وہ بڑی شفقت اور محبت سے مجھے اچھی اچھی باتیں بتاتے وہ بہت غریب تھے اور ان کے سات بچے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنی تنخواہ سے کبھی ابو سے ایک پیسہ بھی زیادہ نہ مانگا۔ میں اپنے امی اور ابو کو بہت فراخدل سمجھتی تھی لیکن ایک بار ہوا یہ کہ اسلام آباد سے میرے کزن وغیرہ سیر و تفریح کے لئے ہمارے گھر آئے ہوئے تھے۔ ہم سب نے پکنک کا پروگرام بنایا ابھی ہم تیاری ہی کر رہے تھے کہ رحیم بابا انتہائی پریشانی کے عالم میں بھاگے آئے۔ ابو نے ان سے آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے غمناک لہجے میں بتایا کہ ان کا بڑا بیٹا ایک حادثے میں شدید زخمی ہو گیا ہے۔ اور اس کے علاج کے لئے فوری طور پر کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔ پھر وہ مزید بولے کہ صاحب! خدا گواہ ہے میں نے کبھی بھی آپ سے کچھ نہیں مانگا لیکن آج بیٹے کی جان کے واسطے مجبور ہوں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں روپیے جلد ہی لوٹا دوں گا [illegible]

ڈیڈی غصے میں بولے۔ "چلو بھاگو یہاں سے۔ پیسے لینے کے لئے نئے نئے بہانے تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ کبھی بیوی بیمار ہے۔ تو کبھی بیٹی۔ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اور تم لوگوں کو اگر دے بھی دوں تو لوٹانے کا نام نہیں لوگے۔" ڈیڈی غصے میں بولے ہی جا رہے تھے۔ کہ میں خود پر قابو نہ پا سکی اور بول اٹھی "ڈیڈی دے دیں نا" کچھ پیسے رحیم بابا کو۔ "یہ سن کر وہ اور بھی غصہ میں آ گئے" تم چپ رہو۔ بڑی آئی غریبوں کی ہمدرد"۔ ڈیڈی سے ڈانٹ پڑتے ہی میں خاموش ہو کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ رحیم بابا بھی آنکھوں میں آنسو لئے واپس جا چکے تھے۔ آج کے واقعہ نے میرے دل کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ میں سوچتی رہی کہ میرے ابو اتنے دولتمند ہیں۔ اگر وہ کچھ پیسے اس غریب کو دے دیتے تو کیا ہو جاتا بلکہ رحیم بابا تو زندگی بھر دعائیں دیتے۔ ابھی میں ان سوچوں میں گم ہی تھی کہ میری کزن سارہ کمرے میں داخل ہوئی اور مجھ سے کہنے لگی کہ چلو بھئی اب دیر ہو رہی ہے۔ لیکن میں نے سر درد کا بہانہ بنا کر انکار کر دیا۔ کچھ دیر بعد میری ممی آئیں اور مجھ سے کہا کہ غزل بیٹی چلو جلدی کرو وقت نکلا جا رہا ہے اب دیر ہو جائے گی۔ لیکن ان کے بار بار کے اصرار کے باوجود جب میں نے انکار کر دیا تو وہ مجھ سے مایوس ہو کر چلی گئیں۔ اب سارے لوگ جا چکے تھے۔ گھر میں صرف میں اور چند نوکر رہ گئے تھے۔ میں نے اپنے اس مہینے کے خرچ سے بچے ہوئے سو روپے لئے اور رحیم بابا کے گھر کی طرف تیز تیز جانے لگی۔ مجھے یہ معلوم تھا کہ ان پیسوں سے کچھ نہیں ہو سکے گا لیکن میرے پاس تو اتنے ہی پیسے تھے۔ جیسے ہی میں رحیم بابا کے جھوٹے سے گھر کے قریب پہنچی۔ تو مجھے لوگوں کے رونے کی آواز سنائی دی۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اسی وقت ایک عورت کی آواز سنائی دی جو رو رو کر کہہ رہی تھی کہ ہائے میرا جوان بیٹا اللہ کو پیارا ہو گیا۔ ہائے میرا بچہ میرا لعل مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ موت نگل گئی اُسے خدا غارت کرے ان امیروں کو انہوں نے میرے بچے کو مار ڈالا۔ نہ جانے کیا کچھ کہے جا رہی تھی۔ لیکن مجھ میں اس سے زیادہ سُننے کی تاب نہ تھی۔ میں چیخنا چاہتی تھی۔ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈے آ رہے تھے۔ میری نظروں کے سامنے اپنے ماں باپ کا چہرہ ایک فلم کی طرح گھوم گیا۔ دولت نے انہیں کیسا مغرور اور حقیر بنا دیا ہے اگر وہ رحیم بابا کی مدد کر دیتے تو ایک قیمتی جان ضائع ہونے سے بچ جاتی اور ایک ماں سے اسکا بیٹا نہ چھنتا۔

کاش کہ دولت کا اس دنیا میں وجود نہ ہوتا۔ جس نے ہمیں اس قدر ظالم بنا دیا ہے۔ ہم اسے دنیا کی سب سے قیمتی شے سمجھنے لگے ہیں۔ اس نے ہمارے ذہن کو اور دل و دماغ کو ماؤف کر دیا ہے۔ انہیں خیالوں میں گم بوجھل قدموں سے میں گھر کی طرف لوٹ گئی۔

علم ایک ایسی شے ہے جو انسانوں کے ذہن کے بند دروازوں کو کھول کر انسان کو باشعور اور باکمال بنا دیتا ہے

علم ایسا خزانہ ہے۔ جسے حاصل کرنے کے بعد کسی اور چیز کی طلب محسوس نہیں ہوتی۔

علم وہ قوت ہے۔ جو انسان کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ کامیاب بناتی ہے۔

علم ترقی کا زینہ ہے۔

علم شاندار مستقبل کی ضمانت ہے

مقابلۂ کہانی نویسی

۱۰۰۰۰ روپے بطور انعام

•۔آپ بہت اچھے ادیب سہی ۔۔۔ آپ کی تحریریں لاکھ اثرانگیز سہی مگر کیا آپ بچوں کے لئے بھی بہترین کہانیاں تخلیق کر سکتے ہیں ۔۔۔؟

• ۔۔۔ اگر آپ کا جواب "ہاں" میں ہے تو پھر قلم اٹھایئے،

•۔ممکن ہے خوش بختی آپ کی منتظر ہو،

•۔ہم بہترین کہانیوں پر دس ہزار روپے بطور انعام پیش کر رہے ہیں۔

انعامات

پہلا انعام ۔۔۔ چار ہزار روپے

دوسرا انعام ۔۔۔ دو ہزار پانچ سو روپے

تیسرا انعام ۔۔۔ ایک ہزار روپے

پانچ انعامات ۔۔۔ پانچ سو روپے فی انعام

پچاس انعامات ۔۔۔ بہترین کتب

۔۔۔ مقابلے میں شرکت کیلئے مندرجہ ذیل باتیں پیش نظر رہیں ۔۔۔

•۔۔۔ کم ازکم تین کہانیاں بھجوانا ضروری ہے جو ایک سیٹ تصوّر ہوگا۔ بہترین سیٹ ہی انعام کا حق دار ہوگا۔

•۔۔۔ کہانی کی طوالت، ماہنامہ "آنکھ مچولی" کے کم از کم ۴ صفحات تحریر صاف اور خوشخط، کاغذ کے ایک جانب ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔

•۔۔۔ موضوعات کی کوئی قید نہیں مگر نیاپن شرط ہے۔ انداز سادہ، عام فہم، اور دلنشیں ہونا چاہیئے، تحریر میں تجسّس اور اصلاح کا پہلو ضروری ہے۔

•۔۔۔ ہر کہانی عقل سے قریب تر ہو، دیو مالائی انداز کے قصے کہانیاں، ناقابلِ قبول ہوں گی۔

•۔ تحقیق کے بعد اگر کوئی کہانی نقل شدہ پائی گئی تو اُسے مقابلے سے خارج کردیا جائے گا۔

•۔۔۔ کہانی کی نقول اپنے پاس محفوظ رکھیں، کیونکہ کوئی کہانی قابل واپسی نہ ہوگی، کہانی کے ساتھ نام اور مکمل پتے کے علاوہ شناختی کارڈ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی آنا ضروری ہے۔

•۔۔۔ انعام یافتہ کہانیوں کے علاوہ دیگر معیاری کہانیوں کو آنکھ مچولی کی کسی آئندہ اشاعت میں لکھنے والے کے نام کے ساتھ شائع کردیا جائیگا۔

•۔۔۔ ادارے کی طرف سے تشکیل کردہ کہانیوں کی جانچ اور انعامات کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

کہانیاں ۳۰ نومبر ۸۶ تک لازماً ارسال کردیں

کہانیوں کے معیار اور مزاج کو سمجھنے کے لئے مارکیٹ میں موجود ماہنامہ آنکھ مچولی دیکھا جاسکتا ہے

ماہنامہ آنکھ مچولی گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۱۲۔ ڈی سائٹ کراچی ۱۶ء

آؤ ملائیں ہاتھ

محمد شفیق انجم ، پندرہ سال
جماعت نہم مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون ، انگریزی
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

نواز کریانہ سٹور محلہ محمد نگر لانڈھی ـــــ کراچی ۲۲

کامران رضا ، تیرہ سال
جماعت ہشتم مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون ، ریاضی
بڑے ہوکر پائلٹ بننا چاہتا ہوں

۶۰۹ ، پاکستان چوک ، ـــــ ٹنڈو محمد خان

قیصر عباس زیدی، آٹھ سال
جماعت چہارم مشغلہ دوستی کرنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

۲۵/۵ ، اے ۔ ایف فیڈرل کیپٹیل ایریا ـــــ کراچی ۱۹

شہباز ، پندرہ سال
جماعت نہم مشغلہ پڑھائی کرنا
پسندیدہ مضمون، جغرافیہ
بڑے ہوکر کچھ نہیں بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۱۶۴ / ل ۵ سعید آباد، مہاجر کیمپ ـــــ کراچی

عبدالرحمٰن ، چودہ سال
جماعت نہم مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی گرامر
بڑے ہوکر ونگ کمانڈر بننا چاہتا ہوں

راجڑ فارم پوسٹ نمبر ۳۵ ، میر پور خاص ـــــ سندھ

سیّد محمد ثالث ، گیارہ سال
جماعت پنجم مشغلہ ٹکٹیں جمع کرنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

ای / ۱۴۸ بلاک ۲ پی ای سی ایچ ایس ـــــ کراچی ۲۹

کامران شانی، دس سال
جماعت ششم، مشغلہ کتابیں پڑھنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر پائلٹ بنناچاہتاہوں

سی/۲۱۹ راوی اسٹریٹ، اسٹیل ٹاؤن کراچی ۴۹

عاصم علی، تیرہ سال
جماعت نہم، مشغلہ مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہوکر انجنیئر بنناچاہتاہوں

ص.ب ۱۵۴۹ الریاض ۱۱۴۴۱، ـــــ سعودی عرب

وسیم احمد نعیم، پندرہ سال
جماعت ششم، مشغلہ فٹ بال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، الجبرا جیومیٹری
بڑے ہوکر انجنیئر بنناچاہتاہوں

۵/۲۲۶ ناظم آباد، ـــــ کراچی نمبر ۱۸

عرفان، پندرہ سال
جماعت دہم، مشغلہ معلوماتی کتب پڑھنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہوکر پولیس آفیسر بنناچاہتاہوں

مکان نمبر ... محلہ مقرب خان یکہ توت منڈی پشاور

اُلفت حسین گوندل، سترہ سال
جماعت دہم، مشغلہ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر کرکٹر بنناچاہتاہوں

... نیو ٹیکسٹائل ملز ـــــ جہلم

عامر صدیق، گیارہ سال
جماعت چہارم، مشغلہ پڑھنا لکھنا
پسندیدہ مضمون، سائنس
بڑے ہوکر انجنیئر بنناچاہتاہوں

۲۱۵۶- گلی نمبر ۱۰، اعظم بستی محمود آباد، ـــــ کراچی

لیاقت علی جانی، سترہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ دوستی کرنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر فلمی ایکٹر بنناچاہتاہوں

پوسٹ آفس، کوٹ بنرل، صادق آباد ضلع رحیم یار خان

نصیر انور ہمایوں، پندرہ سال
جماعت نہم، مشغلہ فٹبال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
بڑے ہوکر ڈاکٹر بنناچاہتاہوں

مکان نمبر ۴۰۰۴ سی سول لائن بلاک اے جوہر آباد ضلع خوشاب

نوید اکرم، دس سال
جماعت چہارم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہوکر ملک کی خدمت کرناچاہتاہوں

نوید سریٹ نیکٹری محلہ افغان آباد، گلی نمبر ۱۱ فیصل آباد

نور حسین، تیرہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ، مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون، سائنس
بڑے ہوکر پائلٹ بنناچاہتاہوں

۱۹۴/۴ نورانی مسجد، آگرہ تاج کالونی، ـــــ کراچی نمبر ۲

ضیاء الرحمٰن، دس سال
جماعت ششم، مشغلہ رسالے پڑھنا
پسندیدہ مضمون، ریاضی
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

گورنمنٹ ہائی اسکول منڈی عثمان والا، ـــــ ضلع قصور

بختیار خان، بارہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ ٹکٹ جمع کرنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہوکر پائلیٹ بننا چاہتا ہوں

ایچ ایم سی گیٹ ہاؤس اے/۱۱، ٹیکسلا ـــ راولپنڈی

شیر بہادر افغانی، اٹھارہ سال
جماعت دہم، مشغلہ قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، بیالوجی
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

۱/اے، جمیل اپارٹمنٹ، سبزی منڈی ـــــ کراچی

شفیق احمد مظہر، چودہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

معرفت، حاجی خیر دین، ۳۷، صرافہ بازار، ـــــ قصور، پنجاب

مولا بخش موندرہ، بارہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر فوجی بننا چاہتا ہوں

ماسٹر ریڈیو سروس، رند مارکیٹ، حب، ضلع لسبیلہ

فتح محمد بھٹو، چودہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ فٹبال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، سندھی
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

۸/الیف، کمرشیل ایریا، معرفت سوسائٹی بک اسٹال، کراچی نمبر ۸

عاصم رحمٰن، تیرہ سال
جماعت ہشتم، جاسوسی ناول پڑھنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر پائلیٹ بننا چاہتا ہوں

۲۸/اے، ماڈل ٹاؤن، ـــــ لاہور

محمد رضوان خان، تیرہ سال
جماعت نہم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہوکر پائلیٹ بننا چاہتا ہوں

صفدر والی گلی، چنیوٹ، ـــــ ضلع جھنگ،

خلیل الرحمٰن، گیارہ سال
جماعت پنجم، مشغلہ شرارتیں کرنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر پائلیٹ بننا چاہتا ہوں۔

۱۲/سی، ایم II ای اردو بازار شیر شاہ کالونی ـــــ کراچی

صغیر احمد، پندرہ سال
جماعت دہم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

عائشہ منزل، آرام باغ روڈ، ـــــ کراچی

محمد کاشف، پانچ سال
جماعت اوّل، مشغلہ کھانا پینا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر پہلوان بننا چاہتا ہوں
۸/۳۸ جی، ایف سی ایریا، لیاقت آباد ــــ کراچی

عمران ندیم، نو سال
جماعت چہارم، مشغلہ مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہوکر پائیلٹ بننا چاہتا ہوں
اے بی ندیم، کچہری روڈ، پنڈی گھیب ــــ ضلع اٹک

خرّم محمود، بارہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں
۱۹۲۔ عامر روڈ، شاد باغ ــــ لاہور

طارق خان جدون، پندرہ سال
جماعت نہم، مشغلہ قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہوکر پائیلیٹ بننا چاہتا ہوں
۳۰/۲-F۔۲ شاہ فیصل کالونی، سعید آباد ــــ کراچی ۵۱

فہد احمد، آٹھ سال
جماعت سوم، مشغلہ ہاکی کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
مکان نمبر ۴۰۱۔ لیاقت روڈ، ــــ کوٹری سندھ

مرزا محمد عمران، سات سال
جماعت، دوم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہوکر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
کوٹھی نمبر ۱۹، بی بٹالہ کالونی فیصل آباد ــــ

- طالبات قلمی دوستی کے لئے اپنی تصاویر نہ بھجوائیں
- قلمی دوستی میں صرف اسکول کے طلبا شریک ہو سکتے ہیں۔
- کوپن اور تصویر کے بغیر شرکت ممکن نہیں۔
- خراب تصاویر اور نامکمل کوپن قابل قبول نہ ہوں گے۔

نام ــــــــ عمر ــــــــ کلاس ــــــــ
مشاغل ــــــــ بڑے ہوکر کیا بننا چاہتے ہیں ــــــــ
ــــــــ اسکول میں پسندیدہ مضمون ــــــــ
پتہ ــــــــ

ایک صفحہ امّی ابّو کے لئے

بچوں کی تعلیم وتربیت اور ان کی کردار سازی کے لئے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بڑھ کر اور کون سے
راہنما اصول ہو سکتے ہیں۔
ربیع الاوّل کا مہینہ سرورِ کائنات ؐ کے نامِ نامی اور ان کی
یاد سے عبارت ہے،۔ اس مبارک ماہ کے حوالے سے ہم چند احادیث
"امّی ابّو" کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

◎ "اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو۔ جب وہ سات برس کے ہوجائیں اور جب ان کی عمر دس سال ہوجائے توانہیں سختی کے ساتھ نماز کے لئے مجبور کرو اور مار کر انہیں نماز پڑھاؤ۔

◎ "جو ہم میں اپنے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا۔ اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

◎ جب بچے دس سال کی عمر تک پہنچ جائیں تو ایک ہی بستر پر زیادہ بچوں کو لٹانا مناسب نہیں۔ انہیں الگ الگ بستروں پر سلایا کرو۔

◎ "اپنی اولاد کے ساتھ رحم وکرم کا برتاؤ کرو اور ان کو اچھی تعلیم وتربیت دو۔" (ابن ماجہ)

◎ "جو شخص اپنی بچیوں کے ساتھ تھوڑا سا بھی آزمائش میں ڈالا جائے اور وہ اس کے ساتھ احسان کرے تو ان کے لئے آتشِ دوزخ سے وہ پردہ بن جائیں گے۔" (بخاری ومسلم)

◎ مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو، ہر جان خدا کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے"

◎ "خدا جس کو اولاد کی محبت میں ڈالے اور وہ اس کا (اولاد کا) حق بجا لائے۔ وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔"

کوئس®

مصنوعات بنانے والے پیش کرتے ہیں

- **کوئِس مشروبات :**
کوئِس **لیمن** کے اضافے کے ساتھ اب
چھ مختلف مزیدار ذائقے ۔
آئسکریم، سیب، اناس، سنترہ، ویمٹو اور لیمن ۔

- **کوئِس اَچار :**
مینگو اور مِکس ۔ لذیذ، چٹ پٹے، مزیدار۔

- **کوئِس فیرنی مکس :**
زعفرانی اور سادہ ۔
ایک لیٹر اُبلتے ہوئے دودھ میں ایک پیکٹ
فیرنی مِکس ملاکر پانچ منٹ سے دس
منٹ تک پکائیں ۔ فیرنی تیار ۔

- **کوئِس کسٹرڈ پاؤڈر :**
تین مزیدار ذائقے ۔ آپکے ذوق کے عین مطابق۔

Regd. No. M-266 NOVEMBER 1986
Monthly AANKH MICHOLEE Karachi

مطبوعہ الاریب پرنٹنگ پریس کراچی